REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP. 23.

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد: ۴۵

شمارہ: ۳

ایڈیٹر: منیر احمد خادم

نائبین: قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرحِ چندہ

سالانہ ۱۰۰ روپے

بیرونی ممالک:

بذریعہ ہوائی ڈاک: ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن

بذریعہ بحری ڈاک: دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان — ۱۴۲۱ھ / ۱۹…

۱۸ جنوری ۱۹۹۶ء — ۱۸ صلح ۱۳۷۵ ہش — ۲۶ شعبان ۱۴۱۶ ہجری

اخبارِ احمدیہ

لندن ۱۷ جنوری (ایم۔ ٹی۔ اے)
سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔

احباب جماعت اپنے جان و دل سے پیارے آقا کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصدِ عالیہ میں معجزانہ کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دعائیں کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر آن حضور کا نور کا حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت عطا فرمائے۔ آمین۔

رمضان المبارک احادیث کی روشنی میں

(۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ شعبان کی آخری رات یعنی رمضان المبارک کے آغاز سے ایک رات قبل ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ "اے لوگو تم پر ایک بڑی عظمت اور شان والا مہینہ آیا ہے جس میں ایک ایسی رات ہے جو (ثواب و فضیلت کے لحاظ سے) ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی رات کی عبادت کو نفل ٹھیرایا ہے۔" —— "یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے۔ اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے۔" —— "یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔" —— "یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتداء نزولِ رحمت ہے اور جس کا وسط مغفرت کا وقت ہے اور جس کا آخر کامل اجر پانے یعنی آگ سے آزادی کا زمانہ ہے۔"
(مشکوٰۃ المصابیح المجلد الاوّل کتاب الصوم الفصل الثالث)

(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایمان اور حصولِ ثواب سے رمضان کے روزے رکھے اور راتوں کو نماز (تہجد) پڑھی اور جس نے ایمان اور ثواب کی اُمید سے لیلۃ القدر میں نماز پڑھی اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"
(ترمذی)

(۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب رمضان کے مہینے کی پہلی رات شروع ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا۔ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اُن میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ اور ایک پکارنے والا فرشتہ پکارتا ہے، اے خیر چاہنے والے آگے بڑھ اے بُرائی کے طالب پیچھے ہٹ جا۔ اور اللہ کے لئے آگ سے آزادی بخشی جاتی ہے۔ اور یہ ہر رات ہوتا ہے۔" (بخاری)

(۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: — "روزہ صرف کھانے پینے سے رُکنے کا نام نہیں بلکہ ہر قسم کی بیہودہ باتیں کرنے اور فحش بکنے سے رُکنے کا مفہوم بھی اس میں شامل ہے۔ پس اے روزہ دار اگر کوئی شخص تجھے گالی دے یا غصّہ دلائے تو اُسے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔"
(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم اذا شتم)

(۵)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: — "جو شخص روزہ میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔"
(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم اذا شتم)

(۶)

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: — "یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس میں جو شخص اپنے مزدور یا نوکر سے اُس کے کام کا بوجھ ہلکا کرتا ہے اور کم خدمت لیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس شخص کو بھی بخش دے گا اور اُسے آگ سے آزاد فرمائے گا۔"
(مشکوٰۃ المصابیح المجلد الاوّل کتاب الصوم۔ الفصل الثالث)

(۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: — "ہر چیز کے لئے ایک دروازہ ہوتا ہے اور عبادت کا دروازہ روزے ہیں۔"
(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر جزو اوّل حدیث نمبر ۲۴۱۵)

(۸)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: — "یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کے سلامتی سے گزرنے کے ساتھ سارے سال کی سلامتی وابستہ ہے۔"
(الجامع الصغیر الجزء الاوّل حدیث نمبر ۶۷۵)

… سایہ کرنے والا … ایک برکتوں والا مہینہ

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر: نگران بدر بورڈ قادیان

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ہفت روزہ بدر قادیان!
مورخہ ۱۸ صلح ۱۳۷۵ ہش

نفرت کی بدبو مت پھیلائیے!

(۴)

قبل ازیں ہم روزانہ اخبار "اُتّم ہندو" جالندھر کی ۱۹ ستمبر اور ۲۶ ستمبر کی اشاعتوں میں بشن سروپ گوئل جی کے شائع شدہ مضامین بعنوان: "اگر گاندھی جی نے قرآن پڑھی ہوتی تو ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ نہیں لگاتے" کے جواب میں تین اقساط تحریر کر چکے ہیں۔ اب مذکورہ اخبار کے ۳ اکتوبر کے شمارے میں گوئل صاحب کی شائع شدہ تیسری قسط کا جواب حاضر ہے۔

اس قسط میں مضمون نگار گوئل نے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۷ کو نشانۂ اعتراض بنایا ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ "مومنوں کے لئے رمضان کے مہینہ کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانا جائز ہے تم اپنی بیویوں کے پاس جاؤ اور جو اللہ نے تمہارے لئے ... ہے اس کی جستجو کرو اور کھاؤ پیو۔"

اس آیت کا ترجمہ لکھنے کے بعد مضمون نگار لکھتا ہے کہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید ایشور کا کلام نہیں ہے بلکہ کسی عیاش طبیعت کے ذہن کی ایجاد ہے۔ کیونکہ اللہ کو بھلا ان باتوں سے کیا مطلب یہ سب کام تو انسان کے اپنے اختیار کی باتیں ہیں کہ کون کام کس وقت کرنا ہے یا نہیں۔ کیونکہ انسان کو خدا نے عقل دی ہے۔ اور وہ اپنے بارے میں سوچنے میں آزاد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مضمون نگار یہاں جس عقل کی بات کر رہا ہے اس عقل کو استعمال کئے بغیر ہی اس نے یہ اعتراض کر دیا ہے۔ مذاہب جو ابتدائے آفرینش سے خدا کی طرف سے نازل ہوتے ہیں وہ باوجود انسانی عقل کے ہونے کے انسان کو زندگی گزارنے کے تمام سلیقے سکھانے کے لئے آتے رہے ہیں۔ آپ تمام گزشتہ مذاہب کی کتب کا مطالعہ کرلیں آپ کو ان الہٰی کتب میں اُٹھنے بیٹھنے۔ کھانے پینے اور شادی بیاہ کرنے۔ عبادت کرنے۔ صدقہ خیرات کرنے کے سلیقے بتلائے گئے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ گزشتہ کتب مقدسہ میں یہ تمام باتیں کامل طور پر نہیں بتائی گئیں۔ کیونکہ انسانی عقل اور سمجھ بوجھ بھی اس وقت مکمل نہیں تھی۔ لیکن جب قرآن مجید کا نزول ہوا ہے تو عقل انسانی بھی پختہ ہو چکی تھی۔ اس لئے قرآن مجید ایک اکمل آخری شریعت کے طور پر نازل ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے فطرت انسانی اور ضرورت انسانی کا کوئی بھی ایسا گوشہ نہیں چھوڑا جس کا ذکر نہیں فرمایا۔ انہی ضروریات میں سے ایک سیکس بھی ہے، جو انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اب اس فطرتی ضرورت کو کس طرح جائز طریق پر پورا کرنا ہے، قرآن مجید کا فرض تھا کہ وہ اس کو بھی بتلائے۔ چنانچہ قرآن مجید نے شادی بیاہ۔ طلاق و خلع۔ بیوہ کے نکاح۔ ضرورت کے وقت مجبوری کے تحت ایک سے زیادہ نکاح کرنے۔ بیوی اور خاوند کے حقوق۔ بیوی اور خاوند کے فرائض۔ کن عورتوں سے نکاح جائز ہے کن عورتوں سے حرام ہے۔ کون کون سے اوقات میاں بیوی کے علیحدگی کے اوقات ہیں۔ زنا کرنے یا زنا کا الزام لگانے والے کی کیا سزا ہے۔ بچوں کی پرورش کیسے ہونی چاہیئے۔ ماں باپ کے حقوق کس طرح ادا کئے جانے چاہیئں۔ ان تمام امور پر تفصیل سے ایسی روشنی ڈالی ہے جو فطرت انسانی کو اپیل کرتی ہے۔

گزشتہ کتب نے ان باتوں میں سے بعض کو بیان کیا اور بعض کو چھوڑ دیا۔ بالآخر قرآن مجید نے ان باتوں کو مکمل فرمایا۔ مثلاً ہندو مقدس کتب میں میاں بیوی کے اختلافات اور لڑائی جھگڑے و نا اتفاقی کے وقت طلاق کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ بالآخر نگریں مار مار کر بہت ... بیچ بچاؤ کے بعد ۱۹۵۶ء میں ہندو لاء میں طلاق کا قانون پاس کرنا پڑا جبکہ یہی قانون جو اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل پاس کر دیا تھا۔ اسی طرح بیوہ کی شادی ہندو عقیدہ کے مطابق حرام سمجھی جاتی تھی۔ لیکن اب مجبور ہو کر قرآن مجید کی تعلیم کا سہارا لے کر بیوہ کی شادی کا قانون پاس کیا گیا ہے۔ اسی طرح ورثہ۔ کفالت اور دیگر کئی احکام ہیں جو قرآن مجید سے ہی ہندو لاء میں شامل کئے گئے ہیں۔

اگر مقدس تعلیم دینا اور پاکیزگی سکھانا عیاشی ہے تو ہم ابھی ذکر کریں گے کہ یہ عیاشی قرآن مجید کی نسبت کہیں زیادہ آپ لوگوں کی کتب میں پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید کی جس مذکورہ آیت پر مضمون نگار نے اعتراض کیا ہے اس میں تو مسلمانوں کو صرف یہ تعلیم دی گئی ہے کہ روزہ رکھنے کی حالت میں دن کے وقت بیویوں سے جنسی تعلقات ناجائز ہیں۔ البتہ رمضان کے ایام میں راتوں کو جبکہ روزہ افطار ہو چکا ہوتا ہے، بیویوں کے پاس جانا ناجائز نہیں ہے مسلمان چونکہ اپنے طور پر ہی راتوں کو بھی رُک گئے تھے اس لئے اللہ نے قرآن مجید میں وضاحت فرمائی کہ رمضان کے دنوں میں صرف روزے کی حالت میں بیویوں سے جنسی تعلقات ناجائز ہیں۔ رات کو جبکہ روزہ افطار ہو چکا ہو ان تعلقات میں حرج نہیں۔ اب اگر قرآن مجید نے ایک صحیح اصول سمجھایا ہے تو تعصب کے اندھے پن کی وجہ سے اس کے متعلق کہنا کہ قرآن مجید نعوذ باللہ بے حیائی، فحاشی و عیاشی کی تعلیم دیتا ہے سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔

اس وقت سنسکرت سنستھان خواجہ کتب، (ویدنگر) بریلی کی طرف سے شائع شدہ اتھرو وید ہمارے سامنے ہے جس کے ناشر ڈاکٹر چمن لعل گوتم ہیں۔ اور جو نوجیوتی پریس متھرا سے چھپی ہے۔ اتھرو وید ہندوؤں کی مقدس کتاب ہے۔ اس میں تو جا بجا مثالیں بھی ایسی دی گئی ہیں جو سیکس اور جنسی تعلقات سے بھری پڑی ہیں۔ لکھا ہے:۔

"اے پانیو! جیسے خاوند کو دیکھ کر بیوی اس سے لطف اُٹھاتی ہے ویسے ہی تم موم کے ساتھ مل جاؤ۔"

پھر صفحہ ۶۶ میں ہے:۔

"جنسی تعلقات کے وقت جب مرد عورت کے بالوں کو کاٹتا ہے تو اس کے جوان بیٹے مر جاتے ہیں۔"

پھر صفحہ ۱۵۱ میں عورت کو تعلیم دی گئی ہے کہ ہمیشہ اپنے خاوند سے چمٹی رہے۔ پھر صفحہ ۲۶۷ میں ہے:۔

"اے عورت تو اپنے پتی دیو کے جسم کو چھو۔"

پھر صفحہ ۲۴۴ میں ہے:۔

"عورت پہلے سوم کی پھر گندھرب کی پھر اگنی کی بیوی ہوتی ہے اور چوتھا پتی اس کا انسان ہوتا ہے۔"

ستیارتھ پرکاش مصنفہ سوامی دیانند سرسوتی جی نے رگ وید سے اس منتر کو نوٹ کر کے ترجمہ یوں لکھا ہے:۔

"اے عورت تجھے شادی میں جو خاوند پہلے ملتا ہے اس کا نام ..... سوم ہے۔ جو دوسرا نیوگ سے حاصل ہوتا ہے وہ گندھرب۔ جو دو کے بعد تیسرا خاوند ہوتا ہے وہ بہت ہی حرارت والا ہونے سے اگنی نام سے موسوم ہوتا ہے۔ اور جو تیسرے چوتھے سے لے کر گیارہویں تک نیوگ سے خاوند ہوتے ہیں منش نام سے نامزد ہوتے ہیں۔"

پھر سنئے اندر دیوتا کے متعلق ایک عظیم الشان مثال صفحہ ۹۸۵ میں ہے:۔

"جیسے خاوند بیوی سے تعلقات قائم کرتا ہے ویسے ہی اندر ہماری بات سنیں اور ہمارے پاس آویں۔" (ماشاء اللہ! کیا خوب تعلق ہے اندر کا اور انسان کا)

یہ تو تھی ویدوں کی بات۔ لیکن وید کے بھاشیہ کاروں نے جن میں سوامی دیانند سرسوتی جی کو بہت نام حاصل ہے، یہاں تک حد کر دی ہے کہ اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں جماع کرتے وقت کی پوری پوزیشن کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق مصنف کا دعویٰ ہے کہ وہ ویدوں کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش ایڈیشن دوم باب ۴ صفحہ ۱۲۳)

(باقی دیکھئے صفحہ ۱۱ پر)

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ پاکستان
پروپرائٹرز: حنیف ... / حاجی شریف احمد
PHONE:- 04524 - 649.

ارشاد نبوی
الامانۃ عزۃ
(امانت داری عزت ہے)
— (منجانب) —
یکے از اراکین جماعت احمدیہ بمبئی

طالبانِ دعا:-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۴۔ میفنگو لین کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱
فون نمبرز:- ۲۲۸۵۲۲۲
۲۲۸۱۶۵۲
۲۱۳۰۷۹۲

خطبہ جمعہ

وہ قومیں جنہوں نے عظیم الشان کام سرانجام دینے ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ انہیں صبر کے رستے سے گزارا جائے

صبر کے ساتھ اللہ پر توکل کرتے ہوئے آگے بڑھیں اللہ آپ کے توکل کو کبھی پھلوں سے محروم نہیں فرمائے گا!

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۲۹ر ستمبر ۱۹۹۵ء بمقام مسجد فضل لندن

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا آذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

(ابراہیم: ۱۲ و ۱۳)

پھر فرمایا:-

یہ آیات جن کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے سورہ ابراہیم کی بارھویں اور تیرھویں آیات ہیں ان سے متعلق جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے صبر کے مضمون کے بیان کے وقت میں نے پہلے بھی خطبہ دیا ہے یعنی ایک خطبے میں ان کا ذکر کیا تلاوت بھی کی لیکن آج جس غرض سے میں نے تلاوت کو دہرایا ہے وہ مضمون صبر ہی کا ہے مگر اس کے بعض مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مقصود ہے ان کا ترجمہ یہ ہے کہ ان کے پیغمبروں نے انہیں کہا کہ یہ سچ ہے کہ ہم تمہاری طرح ہی کے بشر ہیں "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ" لیکن اللہ کی مرضی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کو پسند کر لیتا ہے اور چن لیتا ہے۔ کس غرض سے "یَمُنُّ" احسان کرنے کے لئے یعنی خدا کا انتخاب احسان کے رنگ میں ہوتا ہے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا یہ بحث نہیں کی جا سکتی کہ اسے کیوں چنا گیا ہے چنانچہ قرآن کریم نے جہاں بھی ان بحثوں کو رد فرمایا ہے کہ کسی کا کوئی حق نہیں کہ یہ پوچھے کہ اس کو کیوں یہ دیا گیا اس کی حکمت یہ ہے کہ فی ذاتہٖ کوئی انسان کبھی کسی منصب کا مستحق نہیں ہے اور جسے اللہ چاہے وہ احسان کے طور پر اُسے چنتا ہے اور جسے اللہ چاہے وہ مستحق ہو جاتا ہے پھر وہ مٹی بھی ہو تو اس سے آدم پیدا ہوتا ہے۔

پس یہ وہ مضمون ہے جو بہت گہرا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ اگرچہ ہمیں خدا کے انبیاء بہت بلند مرتبہ دکھائی دیتے ہیں اور یہ دلیل قائم کی جا سکتی ہے کہ خدا نے اُن کی عظیم شان کے پیشِ نظر ان کی اعلیٰ صفات کے پیشِ نظر ان کو چنا لیکن ایک اور دلیل بھی ہو سکتی ہے کہ خدا نے چنا اور مٹی سونا بن گئی خدا کی نظرِ التفات پڑی تو کچھ سے کچھ ہو گئے انبیاء اپنے متعلق یہی نظریہ رکھتے ہیں انبیاء کے پیرو پہلے نظریہ کے قائل ہوتے ہیں مگر انبیاء خود جب اپنے آپ کو دیکھتے ہیں تو کچھ بھی نہیں پاتے پس یہاں جو "یَمُنُّ" کا لفظ ہے یہ بہت ہی اہم چابی ہے اس مضمون کو سمجھنے کے لئے کہ اللہ کی مرضی ہے ہم بھی تو تمہارے ہی جیسے انسان تھے مگر وہ جسے چاہتا ہے احسان کے لئے چن لیتا ہے۔

"وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ"۔

یہ مضمون اس تشریح کو، اس تفسیر کو تقویت دے رہا ہے خدا کے بندے، سچے بندے، عاجز بندے جب انہیں کوئی منصب عطا ہوتا ہے تو یہ نہیں کہتے کہ ہماری خوبیوں کی وجہ سے، ہماری صلاحیتوں کی وجہ سے یہ منصب عطا ہوا تھا بلکہ ہم بھی تو تم ہی جیسے تھے کوئی فرق نہیں تھا۔ اس میں ان کی انکساری اس مضمون کو ایسے رنگ میں بیان کر دیتی ہے کہ بسا اوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ انکساری میں بھی مبالغہ کیا جا رہا ہے ورنہ انبیاء کی پہلی حالت جب کہ ان کو منصب عطا نہیں ہوتا اس حالت سے مختلف ہوتی ہے جو قوم کی حالت ہو اور بہت نمایاں مختلف ہوتی ہے مگر انبیاء کی انکساری میں کبھی کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ وہ اپنی پہلی حالت کو بھی اللہ کا احسان سمجھتے ہیں اور یقین جانتے ہیں کہ وہ حالت ان کو خدا سے اس لئے عطا ہوئی کہ ان سے خدا نے بڑے بڑے کام لینے تھے اگر ان کو وہ احسان والی حالت پہلے عطا نہ ہوئی ہوتی تو آئندہ مناصب کے لئے وہ موزوں ثابت نہ ہوتے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرمایا ہے کہ

سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

یہ وہ مضمون ہے جس پر انبیاء کی نظر ہوتی ہے پس لوگ خواہ کسی معنوں میں بھی ان کا مرتبہ دیکھیں وہ اپنے مرتبے کو سب سے زیادہ پہچانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ "مَن" کے سوا کچھ بھی نہیں اللہ کا احسان ہے اور جو کچھ ہمیں عطا ہوا ہے خدا کی طرف سے ہی عطا ہوا ہے۔ منصب سے پہلے بھی اسی کی طرف سے عطا ہوا منصب کے بعد بھی اسی کی طرف سے عطا ہوا اس کے بعد جب لوگ کہتے ہیں یہ کر کے دکھاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم میں تو طاقت نہیں ہے۔ ہم نے کب کہا تھا کہ ہم تم پر فوقیت رکھتے ہیں کب دعوے کئے تھے کہ غیر معمولی طاقتوں کے حامل ہیں تو ہم سے کیا مطالبہ کر رہے ہو مَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ جس نے چنا ہے جس نے منصب عطا کیا ہے اُسی کا کام ہے وہ سلطان دے تو دے۔ ہم دکھائیں گے ورنہ خالی ہاتھ ہیں۔

پس دیکھیں اس تفسیر کو قرآن کی یہ آیت اپنی ذات ہی میں کس طرح تقویت دے رہی ہے ایک طرف ایک پہلو بیان ہوا ہے۔ دوسری طرف اس کے حقیقی معنوں کو تقویت دینے والا دوسرا پہلو بھی بیان فرما دیا گیا "وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون" اور اللہ ہی پر مومن توکل کرتے ہیں۔

توکل کا مضمون بھی اس آیت کے حوالے سے ایک اور شان سے ہمیں سمجھ آتا ہے۔ اللہ کے نبی کہہ رہے ہیں قوم سے کہ ہم خالی

ہاتھ سے تھے۔ ہمیں خدا نے احسان کے طور پر چنا۔ ہم اس بخشش میں کسی سے نہیں اُلجھیں گے کہ تم سے بالا ہم ہیں کیا خوبی تھی جب اس کی نظر پڑی، ہم روشن ہو گئے جیسے سورج کی شعاعیں خواہ کیسی ہی تاریک اور سیاہ چیز پر پڑیں تو اس کو روشن کر دیتی ہیں۔ تو ہم نے اللہ کے نور سے سب فیض پایا ہے۔ اسی نے ہمیں چنا، اسی نے ہمیں روشن کیا اور ہمارے پاس ذاتی طور پر کچھ نہیں تھا پس تم جو یہ مطالبہ کرتے ہو کہ یہ کر کے دکھاؤ اور وہ کر کے دکھاؤ یہ ہمارے دعویٰ کے برعکس ہیں، ہم تو یہ دعویٰ کرتے ہی نہیں ہیں لیکن یہ جانتے ہیں کہ جس نے چنا اس نے ہر ضرورت پوری کی یہ جانتے ہیں کہ اس نے پشت پناہی فرمائی اور غیر کے مقابل پر بڑی قوت اور شان کے ساتھ پیچھے کھڑا ہوا ہے اور مجال نہیں کسی مخالف کی کہ ہمیں ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ سکے اس کا کوئی بد ارادہ کامیاب نہیں ہونے دیا۔ پس یہ ہماری طاقت سے نہیں تھا یہ جانتے ہوئے کہ ہم کچھ نہیں ہیں، پھر جو یہ ہم نے پایا ہے یہ اس مضمون کو ثابت کرتا ہے کہ اللہ ہی پر توکل ہونا چاہئے اور اسی پر ہمارا توکل ہے اور یہاں توکل کے مضمون میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سب مومنوں کو شامل کر لیتے ہیں جہاں تک نبوت کا مضمون تھا وہ اس سے پہلے گزر گیا اس میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ تنہا تھے کیونکہ آپ ہی کو چنا گیا لیکن جب توکل کا مضمون ہے تو انبیاء میں جو الٰہی تائیدات دیکھنے والے مومن ہیں ان کو توکل عطا ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ جب تک ہم اس کے ساتھ ہیں خدا ہمارے ساتھ ہے کیونکہ اس کے ساتھ یقیناً خدا ہے وہ توکل جو ہمیں عطا ہوا ہے۔ "وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون" پس مومنوں کو چاہئے کہ اسی خدا پر توکل رکھیں اور توکل جاری رکھیں جس خدا نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مسلسل اور لاانتہا ہی تائیدات کے ذریعے ثابت کر دیا کہ آپ کا توکل صرف خدا پر تھا پھر اسی مضمون کو اسی طرح جیسا کہ پہلی آیت اپنی ذات میں شہادت رکھتی ہے کہ جو مضمون بیان ہو رہا ہے اسی طرح یہ قرآن کی طرف کوئی بیرونی بات منسوب نہیں ہو رہی خود قرآن پیش کرتا ہے اس کے دلائل قائم کرتا ہے۔ اگلی آیت اسی توکل کے مضمون کو آگے چلاتی ہے "وما لنا الا نتوکل علی اللہ وقد ھدانا سبلنا" ہمارا ماضی گواہ ہے جب جب ہم جانتے تھے کہ اس خدا نے ہمیں ہدایت کی راہیں دکھائی ہیں اور ان راہوں پر چل کے ہم نے کامیابی حاصل کی ہیں تو ہم پاگل ہو گئے ہیں۔ "ما لنا" کا مطلب ہے ہم پاگل تو نہیں ہو گئے۔ ہمیں کیا ہو گیا ہے جو ہم پھر اس خدا پر توکل نہ کریں جو تمام ماضی میں ہماری پشت پناہی فرماتا رہا اور ہماری تائید کرتا رہا اور ہمیں ہدایت کی راہیں دکھاتا چلا گیا۔

> صبر وغیرہ کے مضمون میں بڑے امتحان پہلے انسان پاس کرتا ہے چھوٹے امتحان بعد میں درپیش آتے ہیں اور جوں جوں امتحان چھوٹے ہوتے چلے جاتے ہیں اتنے ہی مشکل ہوتے چلے جاتے ہیں۔

یہاں صراط مستقیم کا ذکر نہیں ہے یہ یاد رکھنا چاہئے "قد ھدانا سبلنا" ہر مومن کو جو مشکل درپیش ہوتی ہے اس سے خدا نکالتا ہے۔ یہ اصل بنیادی مضمون ہے جو یہاں بیان فرمایا جا رہا ہے ہر مومن کی اپنی راہ ہے اپنی مشکلات ہیں اپنی زندگی کی راہ ہے کسی کی کچھ زیادہ مشکل ہے کسی کی کم مشکل۔ مگر کسی مومن کی راہ آسان نہیں ہوتی مگر توکل کے ذریعہ ہر مومن کی راہ کو اللہ کا فضل ہی آسان

فرماتا ہے۔ تو مومن کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کی گواہی میں ہم سب اکٹھے کھڑے ہو گئے ہیں۔ اس پر جو خدا کا فیض نازل ہوا اس کی روشنی پھیل گئی اور ہم پر بھی وہ روشنی پڑی ہم پر بھی وہ شعاعیں پڑیں اور ہم میں سے ہر ایک گواہ ہے کہ ہر مشکل کے وقت اللہ نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے اسی نے ہماری تائید کی ہے۔ اس عظیم ماضی کو دیکھتے ہوئے ہم پاگل تو نہیں ہو گئے کہ اب توکل چھوڑ دیں پس آئندہ بھی خدا ہی ہمیں کافی ہے جو پہلے وکیل تھا وہ اب بھی وکیل ہے اور وکیل بنا رہے گا۔

"ولنصبرن علی ما اٰذیتمونا" اب یہ جو توکل کے مضمون کی تیاری ہے اس نے صبر کے مضمون پہ پہنچا دیا توکل کرنے والے جب توکل کرتے ہیں تو یہ مطلب نہیں کہ ابھی مشکل پڑی اور ابھی حل ہو گئی جو یہ دیکھتے ہیں وہ توکل نہیں ہوتا وہ تو نقد نقد کے سودے کے عادی ہوتے ہیں۔ توکل میں صبر کا مضمون داخل ہے۔ توکل ایسے حالات میں کیا جاتا ہے جب کہ ظاہری طور پر کوئی مدد نہ دکھائی دے اور پھر انسان کو یقین ہو کہ ایسا ہی ہو گا اور ہو کر رہے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے توکل کے مضمون کو کس لطافت کے ساتھ گھماتے ہوئے جیسے مومنوں کو ہدایت کی راہیں دکھاتا ہے ان کے ذہنوں کو بھی ہدایت کی راہیں دکھاتا ہے اور ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف ہاتھ پکڑ کر لے جاتا ہے فرماتا ہے۔ "ولنصبرن علی ما اٰذیتمونا" اب اس توکل کی تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ ضرور صبر کریں گے کیونکہ اسی راہ پہ صبر کا پھل ہمیشہ ہم نے میٹھا پایا ہے کبھی بھی تکلیفوں پر صبر کرتے ہوئے ہم نے بد نتیجہ دیکھا نہیں ہے اس لئے جو "سبلنا" کی طرف اشارہ تھا کہ "سبلنا" ہماری راہیں خدا کے توکل کی وجہ سے آسان ہو گئیں اس میں یہ بھی اب دینی جو تکلیف ہے اس کو نمایاں طور پر پیش فرما دیا گیا۔ یہ کہ مومنوں کی راہوں میں کچھ ذاتی مسائل بھی ہوتے ہیں۔ کچھ دینی مسائل بھی ہوتے ہیں اور یہ وہ راہیں ہیں جہاں دینی تکلیفیں ضرور ان کو پہنچتی ہیں اور ان تکلیفوں کے نتیجے میں صبر ان کو قوت دیتا ہے اور توکل جو حوصلہ بخشتا ہے کہ نتیجہ بہرحال اچھا نکلے گا کوئی دنیا کی طاقت اس نتیجے کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ پھر دوبارہ دہرایا گیا یہ کہنے کے لئے ہم ضرور صبر کریں گے اس پر جو تم ہمیں دکھ پہنچاؤ گے "وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون" اس تکرار میں یہ حکمت بھی ہے کہ پہلا مضمون اگر ذاتی مصائب سے تعلق رکھتا تھا تو یہ دوسرا مضمون خالصۃً للہ اٹھائی جانے والی تکلیفوں سے تعلق رکھتا ہے۔ جب خدا نے تمہارے ذاتی مسائل میں تمہیں نہیں چھوڑا، جب بھی تم نے صبر کیا اور اس پہ توکل کیا اس نے ہمیشہ تمہاری راہوں کو آسان کر دیا تو اب خدا کی خاطر اگر صبر کرتے ہوئے خدا کی خاطر تکلیفیں اٹھاتے ہو تو کیسے ممکن ہے کہ وہ خدا اپنی خاطر تکلیفیں اٹھانے والوں کو چھوڑ دے ناممکن ہے۔ پس اپنی ذات کے مسائل سے سبق لو ہمیشہ وہ تمہارے ساتھ غیر معمولی فضل کا سلوک فرماتا رہا ہے ہر مشکل سے نکالنے والا وہی تھا تو اب دین کی خاطر جو مشکلیں اٹھاؤ گے یا مشکل میں پڑو گے تو اس کا وہم بھی پیدا نہیں ہو سکتا کہ خدا جو تمہارے کاموں میں تمہارا مددگار تھا اپنے کاموں میں تمہارا مددگار نہ رہے وہ تو بدرجہ اولیٰ تمہاری مدد کے لئے اترے گا۔ پس دینی معاملات میں صبر ہی کی بدولت انسان توکل کے اعلیٰ مقام کو پہچان سکتا ہے صبر اور توکل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ صبر نہ رہے تو توکل کی کمی کی نشاندہی ہوتی ہے اور توکل نہ ہو تو صبر نہیں ہو سکتا۔ یہ دو باتیں ایسی لازم و ملزوم ہیں کہ جب آپ اس پر مزید غور کریں تو آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی حکمتیں بعض صفات کو بعض دوسری صفات سے باندھ دیتی ہیں غور کر کے دیکھیں تو الگ ہو ہی نہیں سکتیں۔ پس جہاں انسان اپنے مقصد کی کامیابی سے مایوس ہو جائے وہاں صبر نہیں رہتا۔ جہاں صبر رہے وہاں مقصد

کی کامیابی پر یقین لازماً رہتا ہے کیونکہ بے مقصد صبر کوئی چیز نہیں ہے۔

صبر کے مضمون کے دوسرے پہلو مختلف آیات کے حوالے سے میں بیان کر چکا ہوں یہاں اُوذِیْنَا والے پہلو پر خصوصیت سے میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ صبر دکھوں پر بے چین نہ ہونا، ہمت نہ ہارنا، ایمان کو ہاتھ سے نہ کھو دینا اور یقین اور کامل یقین پر قائم رہنے کا نام ہے لیکن صبر کئی قسم کے ہیں بعض صبر ایسے ہیں جن میں مجبوری ہے، دشمن دکھ دیتا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں کوئی اختیار نہیں ہے، یہ بے اختیاری کا صبر ہے اور یہ صبر اگر فضیلت بنتا ہے تو محض اس وجہ سے کہ اس صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو ادا کیا جاتا ہے جبکہ تمام حالات میں وہ بہت مشکل کام ہے۔ مثلاً ایک غریب آدمی اور ایک بے طاقت آدمی پر جب کوئی ظلم کرتا ہے تو بسا اوقات اور کچھ نہیں کر سکتا تو زبان سے گالیاں تو دے دیتا ہے اتنا تو اس کا بس ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں اچھا پھر جو کرنا ہے کر دیں یعنی ہم نے اپنا بدلہ اُتار لیا جو ہم میں طاقت تھی اتنا تو کر دیا اور یہ صبر نہیں ہے یہ بے اختیاری ہے۔ مگر اگر گالی دینے کی طاقت ہے اور کوئی دکھ پہنچانے کی طاقت ہے اور خدا کی خاطر انسان رُک جاتا ہے باوجود اس کے کہ عمومی غلبہ تو نہیں ہے مگر کچھ نہ کچھ دل کی بھڑاس نکالنے کی طاقت تو موجود ہے وہاں انسان جب تالے لگا بیٹھتا ہے محض اس لئے کہ اللہ نہیں چاہتا تو یہاں دہرے صبر کی ضرورت ہے ایک تکلیف میں پڑے ہوئے شخص کا واویلا نہ کرنا اس کے دکھ میں اضافہ کر دیا کرتا ہے وہ ماں جس کو بچے کا غم پہنچا ہو اگر وہ واویلا کرتی ہے، شور مچاتی ہے تو کچھ نہ کچھ دل کی بھڑاس نکل جاتی ہے لیکن اگر اپنی زبان پر تالے لگالے اور بین نہ لگائے تو یہ کمزوری تو ہے مگر کمزوری میں بھی ایک شان پیدا کر دیتی ہے یہ بات۔ یہ وہ صبر ہے جو تعریف کے قابل ہے جس کے متعلق قرآن کریم بار بار مومنوں کو متوجہ کرتا ہے کہ صبر کو اختیار کرو تو عجیب شان ہے قرآن کی ایسی عظیم تعلیم ہے کہ ہماری بے اختیاریوں کو قابل تعریف بنا دیتا ہے ورنہ لا دین انسان کی بے اختیاری تو محض اس کی ذلت اور رسوائی کا موجب ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں مگر مومن جانتا ہے کہ اس بے اختیاری کے اندر ہی میری عظمت اور میری شان نمایاں ہے جو میں کر سکتا تھا خدا کی خاطر نہیں کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجھ میں زیادہ کی طاقت بھی ہوتی تب بھی میں اسی طرح کا سلوک کرتا یہ گواہ ہے اس بات پر یہ صبر کہ مومن کو جب غلبہ نصیب ہوگا تو وہ کسی پہ ظلم نہیں کرے گا مومن کو جب غلبہ نصیب ہوگا تو کسی سے وہ اپنے بدلے نہیں لے گا کیونکہ بدلے کی جس حد تک بھی اس میں طاقت تھی خدا کی خاطر وہ رُک گیا تھا

الٰہی نظام امتحانات میں وفا لازم ہے اور آخر وقت تک ثابت قدم رہنا اور ہر امتحان میں کامیاب ہوتے چلے جانا ضروری ہے!

بس صبر ایک عظیم تربیتی دور ہے جس میں سے مومن کو گزارا جاتا ہے اور صبر کے بغیر اعلیٰ اخلاق کی تربیت اپنے پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی۔ وہ قومیں جنہوں نے عظیم الشان کام سرانجام دینے ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ انہیں صبر کے رستے سے گزارا جائے اور صبر ہی کا رستہ ہے جو تمام عظیم الشان نتائج پیدا کرتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم اسی مضمون کے متعلق فرماتا ہے

انبیاء کے متعلق فرمایا کہ ہم نے ان کو امامت عطا کی، ان کو مہدویت عطا کی۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ
(السجدہ: ۲۴)

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی پس اس کی لقاء سے یعنی اللہ سے ملاقات کے بارے میں شک میں مبتلا نہ ہو" وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت کا موجب بنایا، ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ سورہ انبیاء میں اسی مضمون کی آیت سے پہلے پانچ انبیاء کا اور ذکر ہے ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک حضرت ہارون علیہ السلام ایک حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ایک حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان سب کا ذکر فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ یہ نتیجہ

نظام جماعت کا حق بھی وہی ادا کر سکتے ہیں جن کو صبر نصیب ہو اور صبر کے بغیر نظام جماعت قائم ہو ہی نہیں سکتا

نکالتا ہے۔

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا (الانبیاء: ۷۴) ہم نے یہ جو لوگ ہیں جن میں سے بعض نبی ہیں جن کا ذکر کیا ہے۔ بعض دوسرے تھے جن کا ذکر پہلے گزرا ہے ان میں سے نبی چُنے ہیں۔ اور ان نبیوں کو ہم نے کیا مقام بخشا ان کو امام بنایا "يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا" لیکن امام مہدی بنایا کیونکہ وہ ہماری ہدایت سے آگے ہدایت دیتے تھے۔ ہدایت پاکر پھر ہدایت دینے والے کو مہدی کہتے ہیں اپنی طرف سے ہدایت دینے والے کو ہادی کہا جاتا ہے تو فرمایا وہ تمام انبیاء جن کا ذکر گزرا ہے وہ سب امام مہدی تھے یعنی اللہ نے ان کو امام بنایا اور ان کو مہدی بنا دیا، ہدایت دی تو اللہ سے ہدایت پاکر آگے لوگوں کو دی۔ کیوں کیا ایسا؟ سورہ السجدہ کی آیت نمبر ۲۵ اس پر روشنی ڈالتی ہے فرمایا وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا۔ یہ مرتبہ اور یہ مقام ان کو اس وقت عطا ہوا جب انہوں نے صبر کیا! بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا ان کو یہ بلند مرتبہ عطا کیا گیا تو مومن تو اپنی ذات میں خدا کے انعامات کا کوئی استحقاق نہیں پاتا خدا کے نبی سب سے زیادہ اپنی حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ایک عجیب قانون چل رہا ہے وہ خود ہی نعمتیں عطا کرتا ہے اور ان نعمتوں کو بہانہ بنا دیتا ہے مزید نعمتوں کے لئے۔ صبر بھی اسی نے عطا کیا اور اس کی طاقت کے بغیر صبر ممکن نہیں ہے، اسی لئے قرآن کریم نے صبر کے ساتھ دعا کے مضمون کو ہمیشہ باندھا ہے "وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ" صبر کے ساتھ اور صلوٰۃ کے ساتھ تم خدا تعالیٰ سے مدد مانگو اور سورہ عصر میں بھی نصیحت کے مضمون کے ساتھ صبر کو باندھا گیا ہے لیکن یہ سب اللہ کے احسانات ہیں جن کا ذکر چل رہا ہے ورنہ جب ساری دنیا گھاٹے میں ہو تو کیسے توفیق مل سکتی ہے کہ وہ صبر کے ساتھ خوبیوں پر قائم رہے تو جہاں ظاہر نہیں بھی کیا گیا وہاں مضمون کا نقشہ بتا رہا ہے کہ صبر کی توفیق اللہ کے احسان کے سوا مل نہیں سکتی پس انبیاء تو اپنے آپ کو ہمیشہ خالی ہاتھ پاتے ہیں اور جو بھی نعمتیں ان کو عطا ہوتی ہیں جانتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے عطا ہوئی ہیں۔ مگر اللہ نے کچھ استحقاق کے قوانین

بنا رکھے ہیں ان قوانین پر چلنے کی توفیق اسی سے آتی ہے۔ مگر چلنا تو کوئی ہے تب وہ انعام پاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ صبر کا پھل اتنا میٹھا اتنا عالی شان ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے نبوت کے مراتب تک پہنچایا اور ان کے لئے چن لیا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا۔ اب یہاں صرف صبر کی خوبی کا بیان ہے اور کسی چیز کا نہیں۔ واحد وجہ ان کی صبر بیان فرمائی ہوئی ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ صبر اللہ کی خاطر صبر تمام خوبیوں کا حامل ہوا کرتا ہے۔ بڑے بڑے امتحانات ہیں جن سے انسان گزرتا ہے اگر بلند صبر کرتا ہے بہت بڑی نیکی ہے اس سے بڑی نیکی ممکن نہیں ہے اسی لئے حقیقت میں اس نیکی کا حق ادا کرنے والوں کو سب سے بلند مرتبہ عطا فرمایا گیا ہے یعنی نبوت کا مرتبہ اور صبر کا ایک دوسرا معنی بھی اس میں پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ جو نیکی اختیار کی اس کو چھوڑا نہیں بہت مخالفانہ کوششوں کے باوجود دکھوں کے باوجود نیکیوں پر قائم رہے جو خدا نے ہدایت دے دی اس ہدایت سے ہٹے نہیں یہ سب صبر کے اندر داخل ہیں پس دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کے مضمون کو اس شان سے بیان فرما رہا ہے اور اس کی یہ شان بیان فرما رہا ہے کہ نبوت بھی صبر ہی کا پھل ہے۔

پس جماعت احمدیہ کے لئے اس میں بہت بڑی نصیحت ہے آجکل جماعت احمدیہ جس دور میں سے گزر رہی ہے اس میں اس تکرار کی ضرورت ہے، بار بار دشمن کو یہ بتانے کی ضرورت ہے۔ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا اٰذَيْتُمُوْنَا ہم ضرور صبر کریں گے اس پر جو تم ہمیں دکھ پہنچاؤ گے تم سے خیر کی تو توقع ہی کوئی نہیں دکھ تو تم نے پہنچانے ہی ہیں پہلے بھی پہنچایا کرتے تھے اور جب ہم نے صبر کیا تو اللہ نے ہماری مشکل راہوں کو آسان کر دیا پس آئندہ کے لئے خدا کی صبر ہی کی عطا ہے جو مزید انعامات کا موجب بن جائے گی، مزید انعامات کا ذریعہ بن جائے گی صبر ہی کے ذریعے ہم نے پہلے اللہ کی عنایات کے پھل کھائے اگرچہ صبر خود بھی تو اللہ کی عنایت تھا مگر آئندہ بھی ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں اے دشمن اگر تم دکھ پر دکھ پہنچاتے چلے جاؤ ہم صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے۔ جب یہ دامن چھٹا تو ہر دوسرا دامن چھوٹ گیا کیونکہ جب صبر کا دامن چھوٹ جائے تو پھر انسان کے قدم اکھڑ جاتے ہیں پھر وہ کہیں سے کہیں بھٹکتا ہوا دور سے دور تر ہوتا چلا جاتا ہے پس صبر پر قائم رہنا اور اس یقین کے ساتھ قائم رہنا کہ دشمن نے ایذاء رسانی ضرور کرنی ہے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کو یہ بتا کر جو بس چلتا ہے کر کے دیکھ لو ہم نے بھی صبر کو ایسی مضبوطی سے تھام رکھا ہے کہ کوئی دنیا کی طاقت ہمارا ہاتھ صبر کے دامن سے چھڑا نہیں سکتی۔

اور وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ پہلی جگہ فرمایا تھا "مُؤْمِنُوْنَ" اب وہ مومنوں کا ذکر ہو گیا ان کو متوکل بنا دیا اب مومنوں کو متوکل کے طور پر پیش فرمایا ہے کہ مومنوں کی جماعت اور متوکلون کی جماعت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں پس توکل کرنے والے اللہ ہی پہ توکل کرتے ہیں کسی اور چیز پہ توکل نہیں کرتے تو جماعت احمدیہ کا بھی توکل خالصتاً اللہ پر ہے اور صبر کے ساتھ ہم اس توکل سے بھی چمٹے رہیں گے اور ہم نے اپنے ماضی کو دیکھا ہے دوسری مذہبی قوموں کے ماضی کو دیکھا ہے ایک بھی استثناء دکھائی نہیں دیتا کہ خدا کے بندوں نے اپنے انبیاء سے صبر کا مضمون سیکھا ہو اور انبیاء کی طرح توکل کیا ہو اور پھر خدا نے ان کو چھوڑ دیا ہو۔ نبی کو تو صراط مستقیم عطا کی جس کے پیچھے یہ سب چلتے ہیں اس کے ہر پہلو کو وہ سبیل ... یہی وہ راہیں ہیں جو پگڈنڈیاں بھی ہیں چھوٹی چھوٹی راہیں بھی

ہیں جن میں سے ہر راہ میں خدا ان کے ساتھ چلا کرتا تھا۔ کوئی راہ بھی ایسی نہیں تھی جس میں انہوں نے خدا کے ساتھ کے نشان نہ پائے ہوں پس جس کا ساتھی خدا ہو جائے وہ توکل کیوں نہیں کرے گا۔

اس میں دوسری حکمت کی بات یہ سمجھنے کے لائق ہے کہ وہ لوگ ہم میں سے جن کو یہ سبل عطا نہیں ہوئیں جن کے اندھیرے وقتوں میں خدا ان کے ساتھ دکھائی نہیں دیتا جو بعض دفعہ دل چھوڑ بیٹھتے ہیں اپنی ذاتی مصیبتوں میں اور مشکلات میں اور توکل سے کام نہیں لیتے ان کے لئے یہ معاملہ قابل فکر ہے نہ وہ ان مومنوں میں شمار ہوتے ہیں جن کی وہ صفات بیان کی گئیں نہ ان متوکلون میں جنہوں نے پہلے توکل کا پھل پایا تھا تب وہ توکل عطا ہوا جو عظیم تر توکل ہے جو تمام دینی امور کے دکھوں پر بھی ان کا سہارا بن گیا اس لئے ہر انسان کے لئے اس میں ایک یہ بھی سبق ہے ہر مومن کے لئے جو مومن کہلاتا ہے کہ وہ اپنی راہوں پر نگاہ تو ڈال کے دیکھے کہ کیا اس نے صبر سے کام لیا تھا ہر مشکل کے وقت توکل سے کام لیا تھا۔ یہ جو دیکھنا ہے اس کے لئے بہت گہری نظر سے مطالعہ کی ضرورت ہے کئی ایسے لوگ ہیں جو سرسری طور پر اپنے گرد و پیش پر نگاہ ڈالیں گے اپنے حالات پر تجارتی نقصان ہوا یا اور کسی قسم کی مشکلات درپیش ہوئیں۔ دعائیں کیں اللہ نے کام کر دیا اور انہوں نے توکل کیا لیکن یہ حقیقت میں پوری تصویر نہیں ہے مومنوں کے مختلف درجے ہیں بعض ایسے ہیں جو کھلم کھلا بے صبری نہیں دکھاتے مگر باریک راہوں پر جو توکل کی باریک راہیں ہیں جو باریک رستے کہلاتے ہیں ان میں آکر وہ صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو دشمن کی ایذاء رسانی پر تو ثابت قدم رہتے ہیں مگر اپنوں کی ایذاء رسانی پر صبر نہیں دکھاتے۔

اندرونی طور پر اس وقت ایک ہونے کا وقت ہے دشمن اذیت پہنچائے گا مگر صبر میں ایک دوسرے کے ساتھ کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ اللہ کا ساتھ ہو مومنوں کا ساتھ ہو تو پھر صبر کا بڑا حوصلہ نصیب ہوتا ہے

پس صبر کا مضمون اتنا آسان اور سیدھا مضمون نہیں ہے کہ ایک دو مثالیں اس کی آپ پر صادق آجائیں تو آپ سمجھیں کہ آپ نے صبر کے امتحان پاس کر لئے ہیں اس کے بہت سے درجے ہیں، بہت سے امتحانات ہیں اور بظاہر آسان بات ہے مگر امر واقعہ یہ ہے کہ صبر وغیرہ کے مضمون میں بڑے امتحان پہلے انسان پاس کرتا ہے چھوٹے امتحان بعد میں درپیش آتے ہیں اور جتنے امتحان چھوٹے ہوتے چلے جائیں اتنے ہی مشکل ہوتے چلے جاتے ہیں جتنی راہیں تنگ ہوتی کی باریک ہوں اتنا ہی ان پر قدم مارنا اور ان پر اپنے توازن کو سنبھالنا زیادہ مشکل مسئلہ بنتا چلا جاتا ہے اس لئے وہ جو بڑی راہوں پر چلنے والے تھے شروع سے وہ چھوٹی راہوں پر بڑے چلتے ہیں اس لئے اپنی باریک راہوں کا خیال کریں تنگ کی باریک راہیں ہیں جہاں اصل امتحان اور مشکل امتحان درپیش ہوتا ہے وہاں جو کامیاب ہوا اس کو بڑے مرتبے ملتے ہیں انہی میں سے پھر وہ انبیاء ہیں جن کے متعلق اللہ فرما

کی کامیابی پر یقین لازماً رہتا ہے کیونکہ بے مقصد صبر کوئی چیز نہیں ہے۔

صبر کے مضمون کے دوسرے پہلو مختلف آیات کے حوالے سے میں بیان کر چکا ہوں۔ یہاں اُوْذِینَا والے پہلو پر خصوصیت سے میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ صبر دکھوں پر بے چین نہ ہونا، ہمت نہ ہارنا، ایمان کو ہاتھ سے نہ کھو دینا اور یقین اور کامل یقین پر قائم رہنے کا نام ہے لیکن صبر کئی قسم کے ہیں بعض صبر ایسے ہیں جن میں مجبوری ہے، دشمن دکھ دیتا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں کوئی اختیار نہیں ہے، یہ بے اختیاری کا صبر ہے اور یہ صبر اگر فضیلت بنتا ہے تو محض اس وجہ سے کہ اس صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو ادا کیا جاتا ہے جبکہ تمام حالات میں وہ بہت مشکل کام ہے۔ مثلاً ایک غریب آدمی اور ایک بے طاقت آدمی پر جب کوئی ظلم کرتا ہے تو لیا اوقات اور کچھ نہیں کر سکتا تو زبان سے گالیاں تو دے دیتا ہے اتنا تو اس کا بس ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں اچھا پھر جو کرنا ہے کر دینی ہم نے اپنا بدلہ اُتار لیا جو ہم میں طاقت تھی اتنا تو کر دیا اور یہ صبر نہیں ہے یہ بے اختیاری ہے۔ مگر اگر گالی دینے کی طاقت ہے اور کوئی دکھ پہنچانے کی طاقت ہے اور خدا کی خاطر انسان رُک جاتا ہے باوجود اس کے کہ عمومی عملیہ تو نہیں ہے مگر کچھ نہ کچھ دل کی بھڑاس نکالنے کی طاقت تو موجود ہے وہاں انسان جب تالے لگا بیٹھتا ہے محض اس لئے کہ اللہ نہیں چاہتا تو یہاں دوہرے صبر کی ضرورت ہے ایک تکلیف میں پڑے ہوئے شخص کا واویلا نہ کرنا اس کے دُکھ میں اضافہ کر دیا کرتا ہے وہ ماں جس کو بچے کا غم پہنچا ہو اگر وہ واویلا کرتی ہے، شور مچاتی ہے تو کچھ نہ کچھ دل کی بھڑاس نکل جاتی ہے لیکن اگر اپنی زبان پر تالے لگالے اور اُف نہ کرے تو یہ کمزوری تو ہے مگر کمزوری میں بھی ایک شان پیدا کر دیتی ہے یہ بات۔ یہ وہ صبر ہے جو تعریف کے قابل ہے جس کے متعلق قرآن کریم بار بار مومنوں کو متوجہ کرتا ہے کہ صبر کو اختیار کرو تو عجیب شان ہے قرآن کی ایسی عظیم تعلیم ہے کہ ہماری بے اختیاریوں کو قابل تعریف بنا دیتا ہے ورنہ ایک دین انسان کی بے اختیاری تو محض اس کی ذلت اور رسوائی کا موجب ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں مگر مومن جانتا ہے کہ اس بے اختیاری کے اندر ہی میری عظمت اور میری شان نمایاں ہے جو میں کر سکتا تھا خدا کی خاطر نہیں کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجھ میں زیادہ کی طاقت بھی ہوتی تب بھی میں اسی طرح کا سلوک کرتا یہ گواہ ہے اس بات پر یہ صبر کہ مومن کو جب غلبہ نصیب ہوگا تو وہ کسی پہ ظلم نہیں کرے گا مومن کو جب غلبہ نصیب ہوگا تو کسی سے وہ اپنے بدلے نہیں لے گا کیونکہ بدلے کی جس حد تک بھی اس میں طاقت تھی خدا کی خاطر وہ رُک گیا تھا

> **الٰہی نظام امتحانات میں وفا لازم ہے اور آخر وقت تک ثابت قدم رہنا اور ہر امتحان میں کامیاب ہوتے چلے جانا ضروری ہے۔!**

پس صبر ایک عظیم تربیتی دور ہے جس میں سے مومن کو گزارا جاتا ہے اور صبر کے بغیر اعلیٰ اخلاق کی تربیت اپنے پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی وہ تو میں جنہوں نے عظیم الشان کام سر انجام دینے ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ انہیں صبر کے رستے سے گزارا جائے اور صبر ہی کا رستہ ہے جو تمام عظیم الشان نتائج پیدا کرتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم اسی مضمون کے متعلق فرماتا ہے

انبیاء کے متعلق فرمایا کہ ہم نے ان کو امامت عطا کی، ان کو مہدویت عطا کی۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
(السجدة ۲۴)

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی پس اس کی لقاء سے یعنی اللہ سے ملاقات کے بارے میں شک میں مبتلا نہ ہو" وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت کا موجب بنایا ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ سورہ انبیاء میں اسی مضمون کی آیت سے پہلے پانچ انبیاء کا اور ذکر ہے ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام، ایک حضرت ہارون علیہ السلام، ایک حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ایک حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان سب کا ذکر فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ یہ نتیجہ

> **نظام جماعت کا حق بھی وہی ادا کر سکتے ہیں جن کو صبر نصیب ہو اور صبر کے بغیر نظام جماعت قائم ہو ہی نہیں سکتا**

نکالتا ہے۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (الانبیاء: ۷۴) ہم نے یہ جو لوگ ہیں جن میں سے بعض نبی ہیں جن کا ذکر کیا ہے۔ بعض دوسرے تھے جن کا ذکر پہلے گزرا ہے ان میں سے نبی چنے ہیں۔ اور ان نبیوں کو ہم نے کیا مقام بخشا ان کو امام بنایا" یَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا" لیکن امام مہدی بنایا کیونکہ وہ ہماری ہدایت سے آگے ہدایت دیتے تھے۔ ہدایت پا کر پھر ہدایت دینے والے کو مہدی کہتے ہیں اپنی طرف سے ہدایت دینے والے کو ہادی کہا جاتا ہے تو فرمایا وہ تمام انبیاء جن کا ذکر گزرا ہے وہ سب امام مہدی تھے یعنی اللہ نے ان کو امام بنایا اور ان کو مہدی بنا دیا، ہدایت دی تو اللہ سے ہدایت پا کر آگے لوگوں کو دی۔ کیوں کیا ایسا؟ سورہ السجدہ کی آیت نمبر ۲۵ اس پر روشنی ڈالتی ہے فرمایا **وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا**۔ یہ مرتبہ اور یہ مقام ان کو اس وقت عطا ہوا جب انہوں نے صبر کیا بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا ان کو یہ بلند مرتبہ عطا کیا گیا تو مومن تو اپنی ذات میں خدا کے انعامات کا کوئی استحقاق نہیں پاتا خدا کے نبی سب سے زیادہ اپنی حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ایک عجیب قانون چل رہا ہے وہ خود ہی نعمتیں عطا کرتا ہے اور ان نعمتوں کو بہانہ بنا دیتا ہے مزید نعمتوں کے لئے۔ صبر بھی اسی نے عطا کیا اور اس کی طاقت کے بغیر صبر ممکن نہیں ہے، اسی لئے قرآن کریم نے صبر کے ساتھ دعا کے مضمون کو ہمیشہ باندھا ہے" **وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ**" صبر کے ساتھ اور صلوٰۃ کے ساتھ تم خدا تعالیٰ سے مدد مانگو اور سورہ عصر میں بھی نصیحت کے مضمون کے ساتھ صبر کو باندھا گیا ہے لیکن یہ سب اللہ کے احسانات ہیں جن کا ذکر چل رہا ہے ورنہ جب ساری دنیا کھائے میں ہو تو کیسے توفیق مل سکتی ہے کہ وہ صبر کے ساتھ خوبیوں پر قائم رہے تو جہاں ظاہر نہیں بھی کیا گیا وہاں مضمون کا نقشہ بتا رہا ہے کہ صبر کی توفیق اللہ کے احسان کے سوا مل نہیں سکتی پس انبیاء تو اپنے آپ کو ہمیشہ خالی ہاتھ پاتے ہیں اور جو بھی نعمتیں ان کو عطا ہوتی ہیں جانتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے عطا ہوئی ہیں۔ مگر اللہ نے کچھ استحقاق کے قوانین

ہے "لما صبروا" ہم نے ان کو مہیت اور امامت کے مقام تک پہنچا دیا۔ "لما صبروا" جب ہماری نظر میں وہ صبر کرنے والے ثابت ہوئے

دینی معاملات میں بھی صبر ہی کی بدولت انسان توکل کے اعلیٰ مقام کو پہچان سکتا ہے۔ صبر اور توکل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ صبر نہ رہے تو توکل کی کمی کی نشاندہی ہوتی ہے اور توکل نہ ہو تو صبر نہیں ہو سکتا

یہ جو رہے ہیں ان کی روزمرہ کی جماعت میں مثال سامنے آتی ہے اور بعض ایسے جو دیکھنے میں بڑے بڑے سورما نظر آتے تھے، مخالفوں کے مقابل پہ ڈٹے رہے، پاکستان کے حالات میں بھی مقابلے کئے لیکن میں نے دیکھا چھوٹی راہوں پہ آ کے مار کھا گئے اور اندرونی طور پر ناکام ثابت ہوئے۔ اور بعض دفعہ جب ایسے امتحانات میں انسان ناکام ثابت ہو جائے تو پچھلے سارے امتحان بھی بے کار ہو جاتے ہیں کیونکہ الٰہی نظام امتحانات میں وفا لازم ہے اور آخر وقت تک ثابت قدم رہنا اور ہر امتحان میں کامیاب ہوتے چلے جانا ضروری ہے۔ اگر نہیں ہوئے تو استغفار کریں پھر امتحان دیں۔ اگر کامیاب نہ ہوئے اور آخری امتحان میں ناکامی کی حالت میں مرے تو پچھلی ساری نیکیاں باطل۔ اس لئے بہت ہی اہم مضمون ہے جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلا رہا ہوں۔ باریک نظر سے اپنے جماعتی تعلقات میں رد عمل کو دیکھیں مثلاً، تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ بظاہر بڑے بڑے صبر کرنے والے کس طرح جماعتی معاملات میں صبر سے عاری ہو جاتے ہیں۔

اب مخالف کے دکھ پہ صبر کرنا یہ دکھ بہت بڑا ہوتا ہے لیکن اس کے مقابل پہ صبر نسبتاً آسان ہے۔ کیونکہ کھلم کھلا فیصلہ ہے ایک انسان کو پتہ ہے کہ اس کے بدلے مجھے ارتداد اختیار کرنا پڑے گا، خدا کا دامن چھوڑنا پڑے گا کھلم کھلا، اسے اپنی ہلاکت دکھائی دے رہی ہوتی ہے وہ پاگل تو نہیں ہو گیا کہ وہ اس امتحان میں ناکام ہو جائے۔ مگر جہاں ہلاکت ایسی واضح دکھائی نہیں دیتی جہاں اندرونی امتحانات ہوں وہاں بسا اوقات انسان دھوکہ کھا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے ماں باپ کے دکھوں پر بھی صبر کی تلقین فرمائی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جانتا ہے کہ ماں باپ کے رشتے میں طبعی طور پر تقاضا یہ ہے کہ بچہ باپ کی اطاعت کرے، ماں کی اطاعت کرے اور ان سے ادب کا سلوک کرے۔ لیکن اللہ چونکہ انسانی فطرت کی باریکیوں پر نظر رکھتا ہے اس لئے جانتا ہے کہ انسان ایسی خود غرض چیز ہے کہ جتنے بھی احسانات ہوں اگر کسی ایک موقع پہ احسانات میں کمی آجائے یا وہ یہ سمجھے انسان کہ دوسرے پہ زیادہ احسان کر دیا ہے مجھ پہ کم کر دیا ہے تو ہر احسان کو بھلا کر سرکشی اختیار کر جاتا ہے اور ایسی سرکشی بسا اوقات خدا کے مقابل پر بھی ہو جاتی ہے۔ کوئی بیماری پڑی ہے جب تک بیمار نہیں تھا دوسروں کی بیماریاں دیکھتا، ان کے دکھ دیکھے، ان کو صبر کی تلقین کی اور جب اپنے اوپر آپڑی تو کہا یہ کیسا خدا ہے میں نے بڑی دعائیں کیں کوئی قبول نہیں ہوئی، میرا بچہ میرے سامنے سسکتا سسکتا مر گیا، اسی کو حادثہ درپیش آنا تھا، اسی کو یہ مشکل پیش آنی تھی، گویا ساری کائنات وہی ہے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ ساری کائنات کے دکھ دیکھتا ہے اور اس کو خدا تعالیٰ پہ کوئی شکوہ پیدا نہیں ہوا"! اپنا دکھ جس کے مقابل پہ دوسرے دکھ بعض دفعہ سینکڑوں گنا زیادہ ہوتے ہیں، بعض قومی دکھ ہیں ساری قومیں ان دکھوں میں برباد کر دی جاتی ہیں اور ہر لمحہ آزمائی جاتی ہیں وہ دیکھتا ہے کہتا ہے ادھر بڑی بہادر قوم ہے، اپنے اوپر جب وہ دکھ پڑتا ہے تو سب باتیں بھلا کر خدا کا بھی ناشکرا ہو جاتا ہے۔

صبر ایک عظیم تربیتی دور ہے جس میں سے مومن کو گزارا جاتا ہے اور صبر کے بغیر اعلیٰ اخلاق کی تربیت اپنے پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی

پس اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی عبادت اور توحید کی تعلیم دی وہاں فورًا توجہ دلائی "وبالوالدین احسانا" کہ میرے حق تو ادا کرو، ضرور کرنے ہیں تم نے، اس کے بغیر تو تمہارا چارہ کچھ نہیں مگر یاد رکھنا والدین کے ساتھ بھی احسان کا سلوک کرنا۔ اور پھر فرمایا کہ اگر وہ تم پر زیادتی بھی کریں تو اف تک نہیں کہنی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں یہ رجحان ہے کہ ماں باپ کے باقی سب احسان بھلا کر کہیں زیادتی ہو تو اف کہہ بیٹھتے ہیں اور بعض ایسے بھی بدنصیب ہیں کہ صرف اس جھگڑے میں کہ فلاں بیٹے کو تم نے زیادہ دے دیا یا فلاں بیٹی کو زیادہ دے دیا ہے ماں باپ سے باقاعدہ لڑائی مول لے بیٹھتے ہیں، قضاؤں میں پہنچ جاتے ہیں، وہ جھگڑے پیچھا ہی نہیں چھوڑتے پھر کوئی اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ احسان کا ذکر خدا نے فرمایا ہے، تم پر ماں باپ نے رحم کیا تھا، تم پہ احسان کیا تھا، تم بھی اس رحم کے مقابل پہ احسان کا سلوک کرو۔ عدل کا نہیں فرمایا اور اس میں بڑی حکمت ہے۔ عدل کا ذکر نہ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان سے ناانصافی سے پیش آؤ۔ مطلب یہ ہے کہ تم نے جب ماں باپ کے معاملے میں کوئی زیادتی دیکھی ہے تو عدل کے جھگڑے میں نہ پڑ جانا۔ یہ سوچنا کہ اللہ نے تمہیں احسان کی تعلیم دی ہے اور احسان عدل سے بالا ہے۔ احسان میں عدل کے بکھیڑوں میں نہیں انسان پڑتا بلکہ احسان کا مطلب ہے کہ کسی نے اگر کوئی زیادتی بھی کر دی ہے تو تم وسیع حوصلگی دکھاؤ اس سے چشم پوشی کرو۔ پس اللہ تعالیٰ نے جب ہم سے ہمارے گناہوں کو نظر انداز کرنے کا سلوک فرماتا ہے تو یہ احسان کا سلوک ہے۔ اللہ جب بخشش کا سلوک فرماتا ہے تو احسان کا سلوک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر صبور ہے، سب سے زیادہ صبر دکھانے والا ہے۔ یعنی بندے دکھ دیتے ہیں، احسانات کو بھلاتے ہیں اور بار بار خدا تعالیٰ کے لئے اگر وہ انسانی جذبات ہوں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں اذیت کا موجب بنتے ہیں حالانکہ اللہ کے لئے کوئی اذیت کا موجب نہیں بن سکتا۔ مگر ان کا عمل ایسا ہے گویا وہ خدا کو اذیت پہنچانے سے بھی باز نہیں آتے۔ ان پہ اللہ کی نظر ہے، جانتا ہے کہ خالق اور مالک اور سب سے بڑے محسن سے اگر یہ سلوک ہے تو ماں باپ سے کیوں ایسا نہ کریں گے۔ پس فرمایا دیکھو والدین سے احسان ضرور کرنا اور ان باتوں میں بے وجہ ان سے جھگڑا نہ کیا کرنا بلکہ اف تک نہیں کہنی۔ یہی مضمون ہے جو جماعت میں بھی جاری ہوتا ہے اور اگر اس کو نہیں سمجھیں گے تو نظام جماعت میں رخنہ ڈالنے کا موجب بنیں گے۔ کیونکہ وہ لوگ جو عام بڑی بڑی باتوں پہ صبر کر لیتے ہیں بعض دفعہ امیر کی طرف سے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق ادا نہیں ہوا تو سر اٹھا دیتے ہیں، بدتمیزی شروع کر دیتے ہیں، جھگڑے شروع کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں تم نے فلاں کے ساتھ زیادہ اچھا سلوک کیا ہم سے یہ کیا، ہمارا یہ حق تھا تم نے نظر انداز کیا ہے اور وہ دراصل ماں باپ کا جو وسیع تر مضمون ہے اس کو پیش نظر نہیں

رکھتے۔ امیر خدا کے نظام کا نمائندہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے جو دنیا میں خدا کے نمائندہ ہیں کہ اگر تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ماں باپ سے زیادہ، اقرباء سے زیادہ ادب نہیں ہے، اگر ان سے زیادہ تم ان سے محبت نہیں کرتے تو تمہیں پتہ ہی نہیں ایمان کیا چیز ہے۔

وہ قومیں جنہوں نے عظیم الشان کام سرانجام دینے ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ انہیں صبر کے رستے سے گزارا جائے اور صبر ہی کا راستہ ہے جو تمام عظیم الشان نتائج پیدا کرتا ہے

پس ایک ماں باپ وہ ہیں جو دنیاوی رشتوں کے ماں باپ ہیں وہاں جب خدا تعالیٰ احسان کی تعلیم دیتا ہے باوجود اس کے کہ ممکن ہے ان کے ہے، یہ عام احتمال ہے کہ انہوں نے عدل کا دامن چھوڑ دیا ہو اولاد کے سلوک میں پھر بھی احسان فرمایا۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو خدا کے بعد سب سے بڑے محسن اعظم تھے ان کے متعلق یہ تعلیم دی ہے کہ ماں باپ کیا چیز ہیں اگر تم نے ان سے بڑھ کر ان سے محبت نہ کی اور ان سے بڑھ کر ادب نہ کیا تو تمہیں پتہ ہی نہیں کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نمائندگی میں جو امیر بنتا ہے جو کسی ذمہ داری کو اٹھاتا ہے، اس کے ساتھ درجہ بدرجہ اسی رنگ کا سلوک ہونا ضروری ہے۔ وہاں برابری کے جھگڑے نہیں ہوا کرتے وہاں احسان والا معاملہ کم سے کم ضروری ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اسی تعلق میں یہ فرمایا۔ "ومن عصیٰ امیری فقد عصانی ومن عصانی فقد عصی اللّٰہ" جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی ہے اس نے میری نافرمانی کی ہے، جس نے میری نافرمانی کی ہے اس نے اللہ کی نافرمانی کی ہے۔

اب اگر کوئی امیر اٹھ کر یہ کہہ دیتا کہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق یہ حکم ہے اس لئے میری بات مانو مجھ سے بھی حسن سلوک کرو تو لوگوں نے کہنا تھا بڑا اینٹھا پھرتا ہے رسول اللہ۔ تمہاری کیا بات ہے، تمہاری کیا حیثیت کیا ہے۔ کہاں تم کہاں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ سید الاول والآخر صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، آپؐ کا مقام کہاں، تو کس باغ کی مولی ہے۔ کیا بات کر رہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اطاعت اور ان کے ادب کی تعلیم ہے میں بھی نمائندگی کر رہا ہوں اس لئے میرا بھی کرو۔ مگر وہ تو نہیں کہہ سکتا تھا محمد رسول اللہ نے کہا ہے اور آپؐ نے اس مضمون کو جوڑ دیا ہے خدا کے ساتھ اور انکسار کا ایک عجیب مضمون ظاہر فرمایا ہے۔ فرمایا ہے اللہ نے جب میری اطاعت کا حکم دیا، اللہ نے جب مجھ سے پیار کا ارشاد فرمایا تو میری ذات تو کچھ بھی نہیں، وہی مضمون ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے، جس کی تلاوت میں پہلے کر چکا ہوں کہ احسان ہے جو چن لیا ہے مگر جب اللہ سے میں باندھا گیا تو پھر جو مجھ سے کاٹا جائے گا وہ خدا سے کاٹا جائے گا اور جو امیر مجھ سے باندھا گیا ہے اس کی بھی خواہ کوئی بھی حیثیت نہ ہو جب وہ مجھ سے باندھا گیا تو اس سے باندھا گیا ہے جو خدا کے ساتھ باندھا گیا ہے، اس کے ساتھ اگر تم نے ناانصافی کی اور ظلم کیا اور اگر بفرض محال اس نے تم سے غیر عادلانہ سلوک بھی کیا ہو پھر بھی تم نے احسان کا سلوک نہ کیا تو تمہیں تو یہ حکم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مقابل پہ ادنیٰ تعلق والے ماں باپ سے بھی احسان کرو تو محمد رسول اللہ کی نمائندگی میں جو شخص فرائض منصبی کو ادا کر رہا ہے اس کے سامنے باغیانہ سر اٹھانا اور بدتمیزی کا سلوک کرنا اور عدل کے بہانے بعض دفعہ نظام جماعت کے عذر کے نام پر ایسی حرکتیں کرنا ہرگز خدا کے ہاں مقبول نہیں ہو سکتیں۔ وہ لوگ سمجھتے نہیں دین کو، یہ اسی لئے فرمایا گیا ان کو ایمان کا پتہ ہی نہیں۔ ایمان کے یہ سب تقاضے ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں اور یہ چیزیں صبر کے بغیر نصیب ہو نہیں سکتیں۔ ماں باپ کا حق بھی وہی ادا کرتے ہیں، ان کی زیادتی کو بھی وہی حوصلے سے برداشت کرتے ہیں اور پھر بھی اکرام کی بات اور احسان کی بات کرتے ہیں جن کو صبر نصیب ہو۔ بے صبروں کو تو کچھ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ پس نظام جماعت کا حق بھی وہی ادا کر سکتے ہیں جن کو صبر نصیب ہو اور صبر کے بغیر نظام جماعت قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جو اندرونی طور پر، اب یہ بات ہے جس پر میں خصوصیت کے ساتھ آپ کی توجہ مرکوز کروانا چاہتا ہوں جو اندرونی امتحانات میں اپنے پیاروں، اپنے عزیزوں، اپنے بڑوں کی طرف سے پہنچنے والے ایذاء کو معاف نہیں کر سکتے،

آج کل جماعت احمدیہ جس دور میں سے گزر رہی ہے اس میں اس تکرار کی ضرورت ہے۔ بار بار دشمن کو یہ بتانے کی ضرورت ہے "ولنصبرن علیٰ ما اٰذیتمونا" ہم ضرور صبر کریں گے اس پر جو تم ہمیں دکھ پہنچاؤ گے

جو ان تکلیفوں پر صبر نہیں کرتے جو اپنے بڑوں سے ملی ہیں ان کو، خواہ وہ تکلیفیں فرضی ہی کیوں نہ ہوں ان کو دنیا میں کسی کے مقابل پر حقیقت میں ایذا رسانی کے وقت صبر کی توفیق نہیں مل سکتی۔ اگر ملتی ہے تو محض ایک فرضی اور بے معنی قصہ ہے وہ اس امتحان میں ناکام ہو گئے جو باریک راہوں کا امتحان تھا۔ اس لئے وہاں اگر کامیاب ہوئے ہیں تو اس کی کچھ اور مجبوریاں ہوں گی۔ بسا اوقات انسان اپنے خاندانی تعلقات کی وجہ سے، اپنے بچپن کے تعلقات یا رشتوں کی وجہ سے جس ماحول میں پرورش پائی ہے اس کے غلبے کی وجہ سے انتہائی قدم نہیں اٹھا سکتا اس لئے جب تک بس چلتا ہے وہ صبر دکھاتا چلا جاتا ہے کیونکہ اس کی بڑی قیمت دینی پڑتی ہے۔ اور وہ قیمت دنیاوی رشتوں سے قطع تعلق، دنیاوی تعلقات سے قطع تعلق، احمدی ماحول میں پلا ہے اس کی دوستیاں، اس کے تعلقات، اس کی رشتے داریاں ساری احمدیوں میں ہیں وہ بڑے بڑے بے حیا ہی ہوتے ہیں جو ان کے باوجود پھر الگ ہو جاتے ہیں اور الگ وہی ہوتے ہیں جو دراصل ان رشتوں کو پہلے ہی دھتکار چکے ہوتے ہیں یا جن کو ان رشتوں نے دھتکار دیا ہوتا ہے۔ اس لئے آپ ارتداد کی تاریخ دیکھیں کوئی بھی اچھا بھلا معقول آدمی جو رشتوں میں بستا ہو وہ مرتد نہیں ہوا کرتا۔ اکثر مرتد ہونے والے وہ ہیں جن پر نظام نے پہلے ہی کوئی پابندی لگائی ہو، جن کے رشتے دار ان کی بدتمیزیوں کی وجہ سے ان سے بدظن ہو چکے ہوں۔ آپس میں ان کے جھگڑے ہوں، لین دین کے معاملے میں وہ زیادتیاں کرتے رہے ہوں۔ اس کا ردعمل سخت دکھایا گیا ہو، ہمیشہ یہی لوگ ہیں جو ارتداد کا شکار ہوتے ہیں۔ مومن بننے والوں کے پس منظر میں یہ بات نہیں ہوتی۔ مومن بننے والے ایمان کی وجہ سے تعلقات سے کاٹے جاتے ہیں۔ پس یہ جو ان کا صبر ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور ان کا صبر جو کہ

منتظمین ہم یہ کہہ نہیں سکتے کہ اگر ان کے حالات ایسے ہوتے کہ اتنی بڑی قیمت نہ دینی پڑتی تب بھی یہ خدا سے وفا کے ساتھ وابستہ رہتے یہ جب تک آزمائش پڑ نہ جائے اور شاذ کے طور پہ ایسی آزمائش پڑتی ہے، ان کے صبر کا کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا بظاہر امتحان میں پاس ہو گیا۔ لیکن یہ بڑی راہوں میں پاس ہونے والے بعض دفعہ باریک راہوں پہ جا کے مارے جاتے ہیں اور وہی باریک راہیں ہیں جو میں آپ کو دکھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کہتے ہیں دشمن کے مقابل پر تو ہم سینہ سپر ہیں گولیاں کھائیں گے جانیں قربان کریں گے مگر خدا کی نمائندگی میں کسی شخص سے جو مزاج کا محسن ہو، ہمیشہ اس نے حسن سلوک کیا ہو اس سے کوئی کوتاہی ہو جائے، اس سے کوئی غفلت دیکھیں جو ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، وہ سمجھیں کہ ہماری سبکی ہو گئی ہے۔ اس کے مقابل پہ چھوکرے بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور سینے تان کے کہتے ہیں تم نے یہ کیوں کیا، تم ہمیں جواب دو یہ بات کیوں ہوئی یا وہ بات کیوں ہوئی۔ یہ اپنے آپ کو ہلاک کرنے والی بات ہے اور صابر آدمی یہ نہیں کر سکتا اور جو ایسا کرتا ہے وہ یاد رکھے وہ متوکلوں کی فہرست سے کاٹ کے باہر پھینکا جاتا ہے۔ آئندہ کبھی اس کو خدا پر توکل کرنے کا حق نہیں ہو گا اور کبھی اس کی ضرورت پہ خدا اس کے کام نہیں آئے گا یہ اس نے بے حیائی کی اور آزمائش کے وقت ناکام رہا اور بے وفائی کی اور مخلوق سے بدسلوکی کی کیونکہ خدا کی خاطر وہ امیر ہو یا غیر امیر ہو جو اپنے قیمتی وقت کو قربان کر کے خدا کی خدمت پر مامور ہے جب کہ وہ اپنے عیش و عشرت میں مبتلا رہتا ہے۔ کئی ایسے ان میں سے ہیں سر اٹھانے والے جن کو میں جانتا ہوں ان کی زندگی وڈیوز میں، جو عیش و عشرت کی وڈیوز دیکھنے اور ٹیلی ویژن کے پروگرام دیکھنے میں صرف ہو رہی ہوتی ہے دین کی خدمت کی توفیق نہیں ملتی۔ مالی قربانی کا کہا جائے تو عذر لنگ کے بہانے ان کو گھیر لیتے ہیں کہ دیکھو ہمیں خدا نے دیا ہے۔ یہ لوگ جو ان کے نزدیک ادنیٰ اور معمولی آدمی ہیں کوئی خاص توفیق نہیں ہے چار آنے انہوں نے

> کہیں ایک بھی استثناء دکھائی نہیں دیتا کہ خدا کے بندوں نے اپنے انبیاء سے صبر کا مضمون سیکھا ہو اور انبیاء کی طرح توکل کیا ہو اور پھر خدا نے ان کو چھوڑ دیا ہو

اگر دے دیتے تو کیا فرق پڑتا ہے اور ہم سے JELLUS ہو گئے ہیں، ہم سے حاسد ہو گئے ہیں، وہ سمجھ رہے ہیں کہ جب تک ہمارے مال پہ ہاتھ نہ ڈال بیٹھیں اس وقت تک ان کی انا کی طلب پوری نہیں ہوگی: اس لئے خدا کی خاطر نہیں کر رہے یہ تو ویسے ہی ہماری دولت سے جلتے ہیں۔ اس قسم کے مخفی خیالات ہیں میں جانتا ہوں کہ کھلم کھلا یہ خیالات ان کے دماغ میں نہیں آتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بصیرت بخشی ہے کہ میں انسانی فطرت کی باریکیوں تک اتر کر خدا سے عطا کردہ تقویٰ کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ اور تقویٰ کی آنکھ سے اگر دیکھا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا وعدہ ہے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پس کسی کو خاص طور پہ ماہر نفسیات ہونے کی ضرورت نہیں ہے اگر وہ تقویٰ کی آنکھ سے دیکھے گا تو اندر کے سارے حال روشن دکھائی دینے لگتے ہیں جیسے باہر کی چھاتی اور باہر کا سر درمیان سے غائب ہو گئے ہیں، دماغ کے خیالات پر نظر پڑ رہی ہے، چھاتی کے اندر ہونے والے جذبات پہ نگاہ پڑ رہی ہے اس طرح صاف دکھائی دیتے لگتے ہیں، تو بیچ میں سے سوچتے ہیں کہ ہمیں تو خدا نے توفیق دی ہے اس لئے کہ ہم نے محنت کمائی ہے اور یہ شک کر رہے ہیں کہ ہم چندہ بچا رہے ہیں، یہ اعتبار نہیں کرتے کہ جو ہم دے رہے ہیں یہ اس کے مطابق ہے ہم نے ان کے ڈر سے دینا ہے اللہ کے تقویٰ سے ہم نے دینا ہے۔ اور تقویٰ کی باتیں امیر کے منہ پہ مارتے ہیں جو ان میں سب سے بڑا متقی ہوتا ہے، جس کی ساری زندگی اخلاص میں کٹی ہوتی ہے بڑھ بڑھ کر اس کے سامنے باتیں کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ انہوں نے اپنا انتقام لے لیا ہے نظام جماعت سے، ان عہدوں سے جن کو عہدے عطا ہوئے ان امیروں سے انتقام لے لیا جن کو عہدے نہیں ملے تھے جن کے تقویٰ کی نگرانی ان کے سپرد ہوئی تھی۔ یہ ساری وہ باریک راہیں ہیں جن میں ناکام ہونے والے زندگی کے ہر امتحان میں ناکام ہو جائیں گے۔ ان کی زندگی بھی نامرادی کی ہوگی، ان کی موت بھی نامرادی کی ہوگی اور جماعت کو ایسے لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وائیس نے بھی مجھ سے درخواست کی ہے کہ ان کے اجتماع کا اعلان کروں اور اسی طرح ایک تو جماعت کا سالانہ جلسہ ہے جو مجلس انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے جلسے تنزانیہ میں ہو رہے ہیں اور سپین کا گیارھواں جلسہ ہے۔ ان سب ممالک کو مخاطب کر کے میں خصوصیت سے یہ نصیحت کر رہا ہوں کہ اندرونی طور پر اس وقت ایک ہونے کا وقت ہے۔ دشمن اذیت پہنچائے گا مگر صبر میں ایک دوسرے کے ساتھ کی ضرورت بھی پڑتی ہے اللہ کا ساتھ ہو، مومنوں کا ساتھ ہو تو پھر صبر کا بڑا اجر نصیب ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اپنی بدتمیزیوں اور کج خلقی کی وجہ سے نظام جماعت میں رخنہ ڈال دیتے ہیں اور الگ دکھائی دوسرے سے بہتر سے اچھے لگتے ہیں وہ ایسا گہرا نقصان پہنچاتے ہیں جماعت کو کہ اس کے نتیجے میں جماعت کی عمومی ترقی پہ اثر پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ اندرونی جھگڑوں میں مبتلا لوگوں کی اجتماعی قوت غیر معمولی طور پہ کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے نیک لوگ ہونے کے باوجود، اکثر بہت نیک ہونے کے باوجود، جہاں چند فسادی ایسی باتیں شروع کر دیں وہاں تو جماعت بٹ جاتی ہیں وہاں سے برکتیں اٹھ جاتی ہیں۔

بعض دفعہ نیکی کے نام پر امیر سے سوال ہوتے ہیں، مجلس عاملہ ہو رہی ہے فلاں پیسے کو کیا بنا؟، فلاں پیسے کا کیا بنا؟۔ اول تو وہ جو TONE ہے بدتمیزی کی ہے اگر شک ہے کہ امیر دیانت دار نہیں ہے تو تمہارا کام ہے کہ مجھے توجہ دلاؤ۔ امیر کو عزت کے ساتھ، احترام کے ساتھ جیسے شیشہ دیکھنے والے کو اپنی تصویر دکھاتا ہے، ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے نہیں، اس کو بتاؤ کہ مجھے ڈر ہے کہ اس قسم کے ذاتی حالات میں بعض لوگ بیمار طبیعتیں شک میں مبتلا ہوں گی ان کی اصلاح فرمائیے اور وضاحت کر دیں اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں اور اگر اس کے باوجود وہ تسلی نہ دلا سکے تو فرض ہے، صرف یہ شکایت نہیں رہے گی پھر، یہ فریضہ ہے جماعت کی امانت کا کہ امیر کی معرفت، آپ بالا افسران کو توجہ دلائیں کہ امیر کے مقام اور مرتبے کے لحاظ سے مالی معاملات میں اگر شبہات بھی پیدا ہو جائیں تو جماعت کو نقصان پہنچے گا۔ یہ جائز ہے اس میں کوئی بدتمیزی نہیں ہے، کوئی بداخلاقی نہیں ہے۔ مگر اگر نشانہ بنایا جائے اس کو تضحیک کا خواہ الفاظ تضحیک کے نہ بھی استعمال کئے جائیں، عاملہ میں اس کا وقار برباد کر دیا جائے یا کھلی جماعت میں ایسے سوال کر کے اس پر شک کے سائے ڈالے جائیں جب کہ بااوقات اس وقت اس کو موقع ہی نہیں ہوتا کہ وہ تفصیل سے اپنا دفاع پیش کر سکے، نہ اس کے لئے مناسب ہے کیوں کہ یہ ایک تحقیر کی بات ہے۔ تذلیل کا سلوک کیا ہے۔ اس کا صرف اتنا کام ہے کہ وہ کہے کہ آپ کی بات جو مجھے پہنچائی گئی ہے میں خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پہنچا دوں

گا اور بتاؤں گا کہ مجھ پر یہ شک ہے اور میں مطالبہ کروں گا کہ میری تحقیق کروائی جائے اس سے بہتر جواب وہ کوئی نہیں دے سکتا مگر وہ جماعت کے سامنے بار بار بہر الزام کی وضاحت کرنے کا نہ پابند ہے نہ میں اس کو اجازت دوں گا کیونکہ اس سے امیر کا وقار اٹھ جائے گا ہر دو کوڑی کا آدمی اٹھ کے لاکھوں کے الزام لگانے لگے گا اور بار بار اس قسم کی باتیں اگر جماعت میں ہوں تو جماعت کے اندر عدم استحکام پیدا ہو جاتا ہے۔

اس لئے امیر کی حمایت میں اسی طرح کروں گا جس طرح حضرت محمد رسول اللہ نے اپنے امراء کی حمایت کی تھی ایک ذرہ بھی میں کسی قسم کے خوف میں مبتلا نہیں ہوں گا لیکن جماعت کی حمایت بھی اسی طرح کروں گا جس طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنے امراء کے مقابل پر ان کی حمایت کی ہے جن کی حق تلفی کا خطرہ پیدا ہوا۔

اس لئے تمہیں خوف کیا ہے؟ اگر امیر کے ساتھ عزت کا سلوک کرو گے تو تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے اگر امیر کے متعلق یہ خطرہ محسوس کرتے ہو کہ اس نے تمہاری حق تلفی کی ہے تو اول تو احسان کا سلوک کرو جیسا قرآن نے حکم دیا ہے اور دوسرے تمہاری حق تلفی کا محافظ بھی خدا نے مجھے بنایا ہے جہاں تک مجھ میں طاقت ہے میں ہمیشہ یہی کرتا ہوں کبھی میں نے کسی امیر کو اجازت نہیں دی کہ جماعت کے ساتھ بد سلوکی کرے یا اس کی حق تلفی کرے تو پھر آپ کو کیا خطرہ ہے وہاں بدتمیزیاں کرنے کی بجائے، بجائے اس کے کہ اپنے ایمان کو ضائع کریں اور جماعت کے عمومی مفاد کو نقصان پہنچائیں اور صبر سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور صبر کے پھلوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں یہاں تک کہ خدا پر آپ کا توکل نہ رہے اور خدا آپ کا وکیل نہ رہے اس کے بدلے یہ سیدھی سادی ایمان کی صاف راہیں ہیں یہ میں آپ کو دکھا رہا ہوں ان سب جماعتوں کو میری یہی نصیحت ہے کہ ان پر عمل کریں۔

تنزانیہ کے متعلق اتنا ضرور کہوں گا آخر پر کہ تنزانیہ کی جماعت میں اللہ کے فضل سے وہ انقلاب برپا ہونا شروع ہو چکا ہے جس کے متعلق میں مشرقی افریقہ کو بار بار ہدایت دیتا رہا ہوں ابھی تک ماریشس سے اس انقلاب کی خوشبو نہیں آئی مُردہ جماعت، وہ ملک جہاں کبھی سال میں بھی دو تین سو سے زیادہ بیعتیں نہیں ہوتی تھیں اب انہوں نے پوری ہدایت پر عمل کر کے کام جو شروع کیا ہے تو ہزار ہا بیعتیں پہلے مہینے ہی میں ہو چکی ہیں ان کی اور یہ سلسلہ بڑھ رہا ہے اور اس بہانے سے میں باقی جماعتوں کو بھی تحریص کر رہا ہوں کہ اب وقت بہت تھوڑا ہے دو مہینے تو گذر گئے ہیں اور ہم نے کام دگنے سے زیادہ کرنے ہیں اس لئے ان نیک جماعتوں کی مثال پر پھر یہی کہوں گا توکل کرتے ہوئے صبر کے ساتھ اللہ پر توکل کرتے ہوئے آگے بڑھیں اللہ آپ کے توکل کو کبھی پھلوں سے محروم نہیں فرمائے گا بلکہ ہمیشہ جیسا کہ پہلے کرتا رہا ہے آپ کے توکل کو آپ کی توفیق آپ کی استطاعت سے بڑھ کر پھل لگائے گا۔ اللہ ہمیں ہمیشہ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن)

ناظمین و زعماء کے لئے ضروری اطلاع

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ مجلس انصار اللہ بھارت کا نیا مالی سال یکم جنوری ۱۹۹۶ء سے شروع ہو چکا ہے اراکین اور تمام احباب جماعت کو سال نو کی بہت بہت مبارک ہو!

امید ہے کہ مجالس نے نئے سال کی تجنید اور تشخیص بجٹ کے سلسلہ میں کاروائی شروع کر دی ہو گی اس سال سے یہ عہد کریں کہ ہر ماہ کی رپورٹ باقاعدگی سے ارسال کریں۔

اسی طرح تعمیر دفتر انصار اللہ کی طرف بھی اراکین کو خصوصی توجہ دلائیں۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ بھارت)

افسوس! مکرم امیر احمد صاحب درویش وفات پاگئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

احباب جماعت کو نہایت دکھ اور افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ مکرم امیر احمد صاحب درویش عرف شری بھائی ۳ جنوری کو وفات پاگئے

مرحوم کافی عرصہ سے بوجہ شوگر علیل چلے آرہے تھے شوگر کی وجہ سے زخموں کے ٹھیک نہ ہونے پر ایک پاؤں کا انگوٹھا اور انگلی بھی کاٹنی پڑی کئی ماہ تک امرتسر اور احمدیہ ہسپتال میں داخل ہو کر علاج کرواتے رہے یہ تمام عرصہ آپ نے نہایت صبر شکر سے گذارا۔

مرحوم امیر احمد صاحب درویش جو مکرم چوہدری مہر دین صاحب کے صاحبزادے تھے تقسیم ملک سے قبل مسجد مبارک قادیان میں بحیثیت خادم مسجد مبارک خدمت بجا لاتے رہے۔

تقسیم ملک کے بعد آپنے مختلف دفاتر میں بالخصوص شعبہ نشر و اشاعت میں کافی عرصہ نہایت احسن طور پر خدمت سرانجام دی باوجود کم علم ہونے کے آپنے بہت سا لٹریچر نہ صرف طبع کرایا بلکہ بعض کتابوں کی سیٹنگ بھی خود ہی کی دفتر نشر و اشاعت کا شوروم بھی آپ کی ذاتی کاوشوں اور علمی ذوق کی مثال ہے۔

مرحوم نہایت مخلص عبادت گذار خلیفہ وقت سے محبت رکھنے والے اور مالی قربانیوں میں باقاعدہ تھے حضور انور ایدہ اللہ نے جب تحریک جدید کے مرحوم مجاہدین کی طرف سے چندہ ادا کرنے کی تحریک فرمائی تو آپ نے ۱۰۲۔ لا کے ہزار حصص تحریک جدید کے نام وقف کر دیئے اسی طرح ایک ہزار حصص صدر انجمن احمدیہ اور چار صد وقف جدید کے نام وقف کر دیئے جنکے منافعہ کا چندہ آپکی طرف سے بعد وفات بھی مذکورہ تنظیموں کو ملتا رہے گا آپ نے ۱۹۴۲ء میں وصیت کی تھی ۴ جنوری کو آپ کی نماز جنازہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں قطعہ درویشان میں تدفین عمل میں آئی

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں مقام قرب سے نوازے۔

نماز جنازہ غائب

حضور انور ایدہ اللہ نے ۵ جنوری ۹۶ء کو جمعۃ المبارک کے روز درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ پڑھائی۔

۱۔ مکرم مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب　　ربوہ
۲۔ مکرم مولوی امیر احمد صاحب درویش　　قادیان
۳۔ مکرمہ سلمٰی صدیقہ اہلیہ مکرم علیم الدین صاحب　　امیر جماعت اسلام آباد
۴۔ مکرم چوہدری فضل الٰہی صاحب　　دار الرحمت غربی ربوہ
۵۔ مکرم منور احمد صاحب لون برادر مکرم سعید احمد صاحب لون　　امریکہ
۶۔ مکرمہ سردار بیگم صاحبہ اہلیہ علی محمد صاحب مرحوم　ربوہ (بھاوجہ مکرم شیر محمد صاحب باورچی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ)
۷۔ مکرم ملک ناصر احمد صاحب ہمزلف مکرم ملک اشفاق احمد صاحب عملہ حفاظت۔ لندن)

منظوری قائدین علاقائی

مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ بھارت نے سال ۹۶-۹۵ء کے لئے درج ذیل قائدین علاقائی کی منظوری مرحمت فرمائی ہے　(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

مکرم ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب نائیک سرینگر	قائد علاقائی کشمیر
" عبد المنان صاحب عاجز چارکوٹ	" " جموں
" عبد الرؤف صاحب کیرہ	" " بنگال و آسام
" شیراز احمد صاحب مدراس	" " تامل ناڈو
" پی ایم بشیر احمد صاحب کانیک...	" " کیرالہ
" نیا فد... علی خان صاحب کیرنگ	" " اڑیسہ

اداریہ .... بقیہ صفحہ (۲)

علاوہ اس کے راقم الحروف کو بھوبنیشور میں ہندوؤں کا ایک ایسا مندر دیکھنے کا موقع ملا ہے جس میں جنسی تعلقات کے ۸۴ طریقے مورتیوں کے ذریعہ سمجھائے گئے ہیں اور مندر میں ایسے مقدس اعمال کو دہراتی ہوئی مورتیوں کے فوٹوز اس مندر کے دروازے پر باقاعدہ فروخت ہوتے ہیں جنہیں زائرین نہایت فخر کے ساتھ خریدتے اور عزت و احترام کے ساتھ سنبھال کر رکھ لیتے ہیں۔ پھر دیکھئے کہ مقدس قرآن مجید پر نہایت تعصب و تنگ نظری سے بے شرمی و فحاشی کا الزام لگانے والے مضمون نگار یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ آج تک خود اُن کے مذہب میں شولنگ کی پُوجا تک کی جاتی ہے۔ پھر کس مُنہ سے قرآنِ مجید کی مقدس آیات کو نشانۂ اعتراض بنایا جاتا ہے۔

علاوہ اس کے ویدوں میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر باوجود مختلف طرح کے آسنوں کے استعمال اور شولنگ کے آگے ہاتھ جوڑنے کے اولاد بالخصوص نرینہ اولاد پیدا نہ ہو (کیونکہ نرینہ اولاد مُکتی کے لئے نہایت ضروری ہے) تو اس کا علاج سوائے نیوگ کے اور کچھ نہیں۔ نیوگ کا مطلب یہ ہے کہ اولاد کی خاطر اپنی چہیتی بیوی کو اپنے گھر کے ایک کمرہ میں صاف ستھرے اور نرم بستر پر کسی غیر مرد کے ساتھ جسے ویرج داتا بھی کہا جاتا ہے سُلانا۔ اور پھر وہ خاوند جس کی بیوی رات کو کسی غیر مرد کے ساتھ سوئی اور وہ تمام رات الگ کمرے میں اُس غیر مرد کی عیاشی کی حرکتوں کو برداشت کرتا رہا اُس کے لئے حکم ہے کہ بہترین غذا کا بھی انتظام کیا جائے۔ اور فحاشی سے پرہیز کرنے والی نہایت مقدس تعلیم یہ دی گئی ہے کہ اس طریق پر گیارہ تک بیٹے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۴ صفحہ ۱۵۳ بحوالہ رگوید منتر ۱ سوکت ۱۴)

یہ حال ہے ان لوگوں کا جو قرآنِ مجید کو بغیر پڑھے اور بغیر سمجھے اس پر فحاشی کا الزام لگاتے ہیں۔ اور تمام مقدسوں سے بڑھ کر مقدس رسول حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیاش کہتے ہیں۔ اگر کہیں یہ لوگ اپنے گریبانوں میں جھانک لیتے تو اس مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان فدا کرتے جس کی تعلیم نہ صرف یہ کہ اپنوں کے لئے پاکیزگی اور رُوحانی ترقی پیدا کرنے کا موجب ہے بلکہ غیر بھی اسی کی دی ہوئی تعلیم سے اپنی سوسائیٹیوں میں فائدے حاصل کر رہے ہیں۔

اب ہم بشن سروپ گوئل صاحب کے تمام الزاماتِ باطلہ کے نمبروار جواب اِن چار اقساط میں دے چکے ہیں۔ کیا ہم اُمید رکھیں کہ اخبار "اُتم ہندو" جالندھر دیانتدارانہ اصولِ صحافت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمارے اِن جوابات کو بھی اپنے ہاں جگہ دے گا۔

اِنشاء اللہ اگلی قسط میں ہم ہندو مذہب اور اسلام مذہب کی اتفاق و اتحاد اور محبت و پیار کی تعلیمات پر کسی قدر روشنی ڈالیں گے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ابتداءً وید بھی خدا کی طرف سے نازل ہوئے تھے جن میں بعد میں کمی بیشی کر دی گئی ہے۔ اور ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ شری رام چندر جی اور شری کرشن جی بھی خدا کے نیک اور برگزیدہ بندے اور اپنے وقت کے مصلحان میں سے تھے۔ اور اسی بناء پر ہم تو ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ لگاتے ہیں۔ اب یہ بشن سروپ صاحب گوئل کی مرضی ہے کہ وہ ایسا نعرہ لگائیں یا نہ لگائیں۔ (باقی)

(منیر احمد خادم)

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور ادائیگی زکوٰۃ

صاحب نصاب احباب توجہ فرمائیں!

دوست یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رُکن ہے۔ اور ہر صاحب نصاب مُسلمان کے لئے اس کی ادائیگی ایک اہم شرعی فریضہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ ماہِ رمضان المبارک کے مقدس ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے انتہا صدقہ و خیرات کرتے تھے اور آپؐ کا ہاتھ تیز ہوا کی طرح چلتا تھا۔ پس احبابِ جماعت کو بھی چاہیئے کہ اپنے پیارے آقا اور مُطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں وہ اِس مبارک اور بابرکت مہینہ میں جہاں اپنے لازمی چندہ جات کی ادائیگی کی طرف توجہ کریں وہاں صاحبِ نصاب احباب ابھی سے اپنی زکوٰۃ کا حساب کرکے واجب الادا زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ فرماویں۔

جملہ سیکرٹریانِ مال کو چاہیئے کہ اپنی اپنی جماعت کے صاحب نصاب کو اِس فریضہ کی طرف توجہ دلائیں تاکہ زکوٰۃ کی مد میں زیادہ سے زیادہ وصولی ہو سکے۔ اگر ہمارے احباب اور ہماری بہنیں پُورے طور پر جائزہ لیں تو بفضلہٖ تعالیٰ اکثر گھروں سے کچھ نہ کچھ زکوٰۃ نکل سکتی ہے۔

چونکہ افرادِ جماعت عموماً اپنی زکوٰۃ ماہِ رمضان المبارک میں ہی ادا کرتے ہیں۔ اس لئے صاحب نصاب احباب و مستورات کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ جلد اس فریضہ کی بجا آوری کی طرف توجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

عید فنڈ یہ فنڈ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے قائم ہے۔ اگرچہ ابتداء میں اس کی شرح ایک روپیہ فی کس مقرر کی گئی تھی۔ لیکن اب جبکہ احبابِ جماعت کی آمدنیاں بہت بڑھ چکی ہیں۔ اس فنڈ کو ایک روپیہ فی کس تک محدود رکھنا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ ہر فردِ جماعت کو حسب توفیق عید فنڈ زیادہ سے زیادہ ادا کرنا چاہیئے۔ اِس فنڈ میں جمع شدہ پوری رقم مرکز میں بھجوائی جائے۔ اس رقم میں سے مقامی ضروریات کے لئے خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جملہ احبابِ جماعت کو ان فرائض کی کماحقہٗ ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظر بیت المال آمد۔ قادیان

طالبِ دُعا:- محبوب عالم ابن محترم حافظ عبد المنان صاحب مرحوم

M/S NISHA LEATHER

SPECIALIST IN LEATHER BELTS, LEATHER LADIES AND GENTS BAG, JACKETS, WALLETS ETC.

19 A. JAWAHAR LAL NAHRU ROAD,
CALCUTTA - 700081.

Star ★ PHONE - 543105

CHAPPALS

WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS.

105/661 OPP. BLOCK NO. 7, FAHIMABAD COLONY
KANPUR-1 PIN. 208001.

C.K.ALAVI RABWAH WOOD INDUSTRIES.

MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM-679339
(KERALA)

TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE.

PHONE - 26-3287

PRIME AUTO PARTS

HOUSE OF GENUINE SPARES

AMBASSADOR & MARUTI

P. 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA - 700072.

آئینۂ پاکستان

پاکستان میں احمدیہ مسجد کو مسمار کر دیا گیا

(پریس ڈیسک)۔ پاکستان سے موصولہ اطلاعات کے مطابق میر پور خاص سندھ کے ایک گاؤں گوٹھ غلام نبی میں واقع احمدیہ مسجد پر علاقہ کی انتظامیہ نے پولیس کی بھاری نفری کو ساتھ لے کر چھاپہ مارا اور محراب کو مسمار کر دیا۔

تفصیلات کے مطابق چند ماہ پہلے سخت بارشوں کی وجہ سے اس مسجد کی عمارت گر گئی تھی جس پر جماعتِ احمدیہ کے افراد نے اسی جگہ پر نئی مسجد تعمیر کر دی۔ جب علاقہ کے ملاّؤں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے سخت واویلا کیا اور مطالبہ کیا کہ مسجد کو گرا دیا جائے۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے ایک درخواست علاقہ مجسٹریٹ کو بھی دی۔ اور میر پور خاص شہر میں جلوس نکالا جس میں جماعتِ احمدیہ کے خلاف بد زبانی کی گئی اور لوگوں کو جماعتِ احمدیہ کے خلاف اُکسایا گیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے جماعتِ احمدیہ کے مقامی صدر کو اپنے دفتر میں بلایا اور پوچھا کہ مسجد کی تعمیر کیوں کی گئی ہے۔ جس پر صدر صاحب نے انہیں بتایا کہ ملک کے اندر کوئی ایسا قانون موجود نہیں جو انہیں مسجد کی تعمیر سے روکتا ہو۔ اس پر مجسٹریٹ صاحب کی تسلّی ہو گئی اور انہوں نے صدر صاحب جماعتِ احمدیہ کو چھوڑ دیا۔ مگر ۱۴ر اکتوبر ۹۵ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ گوٹھ غلام نبی پہنچا اور مسجد کے محراب کو گرا دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

جماعتِ احمدیہ کا معلّم گرفتار

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ چک ۵۷ جھیالہ ضلع فیصل آباد میں متعین جماعتِ احمدیہ کے معلّم مکرم حفاظت احمد نوید کو پولیس نے ۴ر اکتوبر ۹۵ء کو گرفتار کر لیا۔ تفصیلات کے مطابق علاقہ کے ایک معاند نے پولیس میں درخواست دی تھی کہ احمدیوں نے اپنی مسجد پر کلمہ تحریر کر رکھا ہے اور یہ کہ وہ ڈِش انٹینا کے ذریعہ لندن سے امام جماعتِ احمدیہ کے خطبات سُنتے ہیں۔ چنانچہ پولیس نے انہیں آدھی رات تک تھانہ میں محبوس رکھا۔ اور پھر انہیں رہا کر دیا گیا۔

پُرعزم اسیرانِ راہِ مولا

پاکستان میں کئی احمدی کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے اقرار کے جُرم میں اور توہینِ رسالت کے جھوٹے اور ناپاک الزام میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ راہِ مولا کے یہ اسیر بڑے صدق اور وفا کے ساتھ یہ ایام اسیری گزار رہے ہیں یقیناً وہ ساری جماعت کی دُعاؤں کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ثباتِ قدم عطا فرمائے اور ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔ ان کی جلد رہائی سے مومنین کے قلوب کو تسکین بخشے۔ اور اُس قوم کو ہدایت دے جو ناحق ان معصوموں کو طرح طرح کی تکالیف دے کر خدا کی ناراضگی کی مورد بن رہی ہے۔ ذیل میں ایک اسیر راہِ مولا مکرم بشارت احمد صاحب چوہان کے اُس خط کا ایک اقتباس ہدیۂ قارئین ہے جو انہوں نے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے نام لکھا۔ آپ لکھتے ہیں:-

"سیّدی! آزمائش کا یہ دور صبر، حوصلہ اور استقامت کے ساتھ گذر رہا ہے۔ پیارے آقا! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے نہ پہلے کبھی بزدلی دکھائی ہے اور نہ آئندہ کبھی بزدلی دکھائیں گے انشاء اللہ۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عشاق نے ہمارے لئے جو نمونے چھوڑے ہیں وہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ آپ ہماری طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔ ہم نے اپنے ذہنوں کو اچھی طرح تیار کر رکھا ہے۔ ہم آنحضرت ؐ کے عشق میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ اگر ایسا وقت آ بھی گیا تو آپ ہمیں کبھی کمزور اور بزدل نہیں پائیں گے۔ انشاء اللہ۔ آپ ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں۔"

وہ جماعت جس کے افراد ایسے مخلص، باوفا اور راہِ مولا میں قربانیاں پیش کرنے کے لئے ایسے مستعد اور تیار ہوں کیا اسے بھی کوئی ہرا سکتا ہے؟

(بشکریہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل ۲۲ تا ۲۸ر دسمبر ۱۹۹۵ء صفحہ ۱۶)

صدقۃ الفطر!

صدقۃ الفطر بظاہر ایک چھوٹا سا حکم ہے مگر بعض احکام جو دیکھنے میں معمولی نظر آتے ہیں حقیقت میں بہت اہم اور ضروری ہوتے ہیں۔ جن کی بجا آوری اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور عدم بجا آوری خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو سکتا ہے۔ اسی قسم کے اسلامی احکام میں سے (جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں) ایک اہم حکم صدقۃ الفطر سے تعلق رکھتا ہے۔ جو تمام مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں پر (خواہ وہ کسی بھی حیثیت کے ہوں) فرض ہے۔ جو شخص اِس فرض کو ادا نہ کر سکتا ہو اُس کی طرف سے اُس کے سرپرست یا مُربی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ادا کرے۔ بلکہ معتبر روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غلام اور نوزائیدہ بچوں پر بھی صدقۃ الفطر فرض ہے۔

اس کی مقدار اسلام نے ہر ذی استطاعت شخص کے لئے ایک صاع (عربی پیمانہ) مقرر کی ہے۔ جو تقریباً ۲½ کلو کے ہم وزن ہوتا ہے۔ سالم صاع کا ادا کرنا افضل اور اَولیٰ ہے۔ البتہ جو شخص سالم صاع ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ نصف صاع بھی ادا کر سکتا ہے۔ چونکہ آجکل صدقۃ الفطر نقدی کی صورت میں بھی ادا کیا جاتا ہے اس لئے جماعتیں غلّہ کی مقامی نرخ کے مطابق فطرانہ کی شرح مقرر کر سکتی ہیں۔ قادیان اور اس کے گرد و نواح میں چونکہ ایک صاع غلّہ کی اوسط قیمت دس روپے بنتی ہے اس لئے پنجاب کے لئے صدقۃ الفطر کی پوری شرح ۱۰/- روپے مقرر کی گئی ہے۔ صدقۃ الفطر کی ادائیگی عید الفطر سے کم از کم پانچ روز پہلے ہو جانی چاہیئے تاکہ بیوگان و یتامیٰ اور نادار مستحقین کی اس رقم سے بر وقت امداد کی جا سکے۔ یہ رقم مقامی غرباء اور مساکین پر بھی خرچ کی جا سکتی ہے۔ لیکن جن جماعتوں میں صدقۃ الفطر کے مستحقین نہ ہوں وہ ایسی تمام رقوم مرکز میں بھجوائیں۔ یاد رہے کہ صدقۃ الفطر کی رقم دیگر مقامی ضروریات پر خرچ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔

ناظر بیت المال آمد۔ قادیان

منظوری صوبائی امیر و مقامی امراء

مکرم عبد العزیز صاحب آف بڈھاتون ...... صوبائی امیر علاقہ پونچھ و راجوری۔
مکرم حضرت علی صاحب نرار بیٹما آسام ...... نائب صوبائی امیر آسام۔
مکرم ڈاکٹر سعید احمد صاحب انصاری ...... امیر جماعت حیدر آباد آندھرا پردیش۔
مکرم محمد احمد صاحب ...... امیر جماعت مدراس تامل ناڈو۔
مکرم محمد شفیع اللہ صاحب ...... امیر جماعت بنگلور کرناٹک۔
مکرم عبد الجلیل صاحب ...... امیر جماعت کرونا گاپلی کیرلہ
مکرم اے۔ پی۔ کنہاموں صاحب ...... امیر جماعت کالیکٹ "
مکرم ایم۔ محی الدین کویا صاحب ...... نائب امیر جماعت کالیکٹ "

مندرجہ بالا منظوری ۳۰ر جون ۱۹۹۸ء تک متصوّر ہو گی۔

ناظر اعلیٰ قادیان